قیام عاشورہ

ریاض حسین جعفری ایم اے

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

7/138

60

قیام عاشورہ

مولف

اسد اللہ داستانی بنی

مترجم

ریاض حسین جعفری ایم اے

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، ملتان روڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

کتاب	قیام عاشورہ
موضوع	حسین علیہ السلام اور کربلا
مولف	اسد اللہ داستانی بنیسی
مترجم	ریاض حسین جعفری ایم اے
تاریخ اشاعت	اپریل 1998ء
تعداد	گیارہ سو
قیمت	

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین، جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، ملتان روڈ لاہور

فہرست مضامین

صفحہ	عناوین	نمبر شمار
۸	عاشورہ	۱
۱۰	اھداء کتاب	۲
۱۱	غرض مولف	۳
۱۲	ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام	۴
۱۴	خوراک امام حسین علیہ السلام	۵
۱۵	حسب و نسب امام حسین علیہ السلام	۶
۱۸	رسولؐ کی نواسہ رسولؐ سے محبت	۷
۲۳	حضرت علی علیہ السلام کی امام حسین علیہ السلام کو چند نصائح	۸
۲۵	قیام حسینی کیوں؟	۹

صفحہ	عناوین	نمبر شمار
۲۷	علل قیام امام حسین علیہ السلام	۱۰
۳۰	عوامل قیام امام حسین علیہ السلام	۱۱
۳۴	حق کا سیدھا راستہ --- کربلا کربلا	۱۲
۳۸	ابتداء قیام امام حسین علیہ السلام	۱۳
۴۶	امام حسین علیہ السلام کے قاصد مسلم بن عقیل	۱۴
۵۰	امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے روانگی	۱۵
۵۵	کاروان حسینی کی لشکر حر سے ملاقات	۱۶
۶۱	امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں ورود	۱۷
۷۶	شب عاشور 61ہجری	۱۸
۸۹	دیدگاہ اول	۱۹
۹۴	دیدگاہ دوم	۲۰
۹۷	دیدگاہ سوم	۲۱
۱۰۰	دیدگاہ چہارم	۲۲
۱۰۳	دیدگاہ پنجم	۲۳
۱۰۶	دیدگاہ ششم	۲۴
۱۱۰	دیدگاہ ہفتم	۲۵
۱۱۵	دیدگاہ ہشتم	۲۶
۱۲۴	دیدگاہ نہم	۲۷

کربلا کی وادی پر تاریکی اور خاموشی چھائی ہوئی تھی حسینی خیموں میں تلاوت قرآن او عبادت الٰہی کی صدائیں گونج رہی تھیں- اس لق ودق صحرا میں زندگی کے آثار دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے' البتہ چاند اپنی عادت کے مطابق دھیرے دھیرے پہاڑوں کی اوٹ سے گزرتا ہوا ذرا بلندی پر آگیا تھا- اور اپنی ٹھنڈی شعاعیں کربلا کے ریگستانی ذروں پر بکھیر رہا تھا' محرم کا چاند اپنی پوری رعنائی کے ساتھ طلوع ہو رہا تھا اور زہراء علیہا السلام کا چاند غروب ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا-

رفتہ رفتہ آدھی رات گزر گئی' اور کربلا کے جلتے جھلتے ہوئے صحراؤں پر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں' ذرا سی دیر کے لیے ریگستانوں کے سینوں میں لگی آگ ٹھنڈی ہوئی لیکن ادھر اصحاب حسین علیہ السلام کے سینوں میں شہادت کی آگ روشن ہو چکی ہے-

صبح ہو چکی ہے' نسیم سحر ہولے ہولے چل رہی ہے- مرغان خوش الحان سحرانگیز نغمے فضا میں بکھیر رہے ہیں' لیکن عاشق توحید راز و نیاز میں مصروف ہے- کربلا کی سرزمین پر ہم شکل وہم صدا پیغمبرؐ علی اکبر کی اذان کی آواز کانوں کو مسحور کر رہی ہے' اور کربلا کے بے ضمیر یزیدیوں کو پیغام دے رہی ہے کہ کیا تم خاندان رسالتؐ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرو گے؟ اور گلشن زہراء علیہا السلام کو اجاڑو گے؟ بدبختو تم نے اتنی جلدی مقام اہل بیت کو بھلا دیا ہے؟

عاشور کی صبح جنگ کے طبل بج چکے تھے- یزیدی لشکر اسلحہ سے مسلح ہو کر حسینیوں کو خون میں نہلانا چاہتے تھے- اور ادھر حسینی لشکر بھی اپنے ہونٹوں پر شوق شہادت سجائے تیار تھے- ہر حسینی سپاہی شہادت عظمیٰ کے عظیم عہدہ پر فائز ہونے کے لئے بے تاب تھا- ہر کسی کی دلی تمنا تھی کہ نواسہ رسولؐ کی حمایت

میں سب سے پہلے میرے خون سے کربلا کی زمین پر تاریخ وفا رقم ہو۔

حسین مظلوم علیہ السلام کے ننھے مجاہد اصغر علیہ السلام سے لے کر آپ کے بوڑھے صحابی جون علیہ السلام تک، ہر کسی کی ایک ہی خواہش تھی کہ مجھے زہراء علیہا السلام کے لال پر سب سے پہلے قربان ہونا ہے، سب کا ہدف ایک تھا۔ صبح عاشور سے لے کر عصر عاشور تک، حسین علیہ السلام نانا کی امت سے خمس وصول کرتے رہے۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حسین علیہ السلام کربلا کے میدان میں تنہا رہ گئے۔ حسین مظلوم علیہ السلام جدھر بھی نگاہ اٹھاتے لاشیں ہی لاشیں نظر آتیں۔ آخر زہراء علیہا السلام کے لال نے آخری سجدہ کے لیے تیاری کی۔ اور آپ نے اس وقت یزیدیوں کے لیے حجت تمام کی۔ اور آپ نے ھل من ناصر ینصرنا کی صدا بلند کی لیکن ظالموں نے نواسہ رسولؐ کو تین دن کا پیاسہ شہید کر دیا۔

ثورۃ الحسین علیہ السلام کربلا میں ہی نہیں بلکہ آپ کی اس صدا کو مظلوم کی شیر دل خاتون بہن زینب علیہا السلام نے پوری دنیا تک پہنچایا اور آج دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں پر ذکر مظلوم علیہ السلام نہ ہوتا ہو، حقیر پر تقصیر نے حوزہ علمیہ قم میں درس و تدریس کے دوران اس کتاب "قیام عاشورہ" کا ترجمہ کیا تھا۔ اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام کے قیام و علل اور مختلف دانشوروں کے کربلا کے بارے میں نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ مومنین واقعہ کربلا سے کماحقہ، استفادہ کر سکیں۔ اس کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں ادارہ کے ساتھ سید ظاہر حسین نقوی صاحب نے اپنے والدین مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے تعاون فرمایا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم شاہ صاحب کو مذہب حقہ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

الاحقر

ریاض حسین جعفری ایم اے

انتساب

کربلا کے

گلگوں قبا شہیدوں کے نام

جن کے

خون نے صحرا کو لالہ زار بنا دیا

اور

ان لوگوں کے نام

جو شہدا کے

راستہ پر چلنے کی سچی تمنا رکھتے ہیں

ریاض حسین جعفری ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰئِكَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ"

(سورہ توبہ' آیہ 20)

"وہ لوگ جو ایمان لائے ' اور انہوں نے ہجرت کی' اپنے اموال اور نفسوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' اللہ کے نزدیک ان کا مقام و درجہ بلند ہے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں"

"عاشورہ"

- عاشورہ صدق گفتار کا ایک روز ہے "کُلُّ یَوْمٍ عَاشُوْرَہ" باقی تمام ایام اس سے ضمیمہ ہیں۔
- عاشورہ ایک فصل ہے باقی تمام فصلیں اس میں پنہاں ہیں۔
- عاشورہ ایک ماجرا ہے باقی تمام ماجرے اس میں شامل ہیں۔
- عاشورہ ایک ایسی داستان ہے جس نے دنیا کی تمام غمگین داستانوں کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔
- عاشورہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ اس کے بعد دنیا کی کوئی مصیبت' مصیبت نہیں رہی۔

- عاشورہ نے دین مقدس کی حفاظت اور نگہبانی کی ہے، اور اسلام کی آبیاری کی ہے۔
- عاشورہ نے ولایت علی ابن ابی طالب ؑ کو واضح و روشن کیا، اور آپ کے گیارہ بیٹوں کی امامت، ولایت اور سیادت کو واضح و روشن کیا ہے۔
- عاشورہ نے ظالم کے ظلم، اور کفرو نفاق کو توڑ کے رکھ دیا۔
- عاشورہ امام زمان علیہ السلام کے ظہور اور قیام کا دن ہے۔
- عاشورہ نے ہر زمانے کے ستم گروں، ظالموں اور باغیوں کے چہروں کو بے نقاب کر دیا ہے۔

"عاشورہ عاشورہ ہے اور ہر روز عاشورہ ہے"

"اھداء کتاب"

- اس کتاب کا انتساب اس کشتی نجات کے ناخدا امام حسین علیہ السلام کے نام، جنھوں نے اپنے پاک لہو سے دین مقدس کی آبیاری کی اور زمانے کے ظالموں، ستم گروں اور سیاہ کاروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے نقاب کیا۔ اور جنھوں نے اپنے لہو سے عاشورہ کو لہو لہو کیا۔
- سالار شہیدان راہ حق کے نام، جس نے دین کی راہ میں جہاد کرکے درجہ انسانیت میں کمال و جمال بیدار کیا۔
- جس نے دین کی سربلندی کے لیے، آزادی انسانیت کے لیے، زمانہ کے پسے ہوئے لوگوں کو اپنا حق مانگنے کے لیے، ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دینا سکھایا۔
- ان حسین ابن علی علیہ السلام کے نام، جنھوں نے زندگی کے آخری لمحات میں مقام ایمان و ایثار میں خدا کا شکر ان جملوں سے کیا۔

"اِلٰهی رِضًا بِقَضَائِكَ وَ صَبْرًا عَلٰی بَلَائِكَ لَا مَعْبُوْدَ سِوَاكَ اَغِثْنِی یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ"

"غرض مولف"

حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام نے ' ۶۱ ہجری ' دس محرم الحرام ' روز عاشورہ اپنے لہو سے ایک تاریخ رقم کی۔ آپ نے کربلا کی تپتی ریت پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ آپ نے کربلا کے محاذ پر ظالم کے ظلم کو چار سو عریاں کر دیا' آپ نے لوگوں کو راہ حق پر زندہ رہنا سکھایا۔

آج ہمیں تحریک حسینیؑ اور قیام حسینیؑ کا عمیق نگاہوں سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور آپ کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے۔ اور حسینیؑ فکر کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنانا چاہیے۔

اس کتاب کو سپرد قلم کرنا --- فقط غریب کربلاؑ کی محبت کا اثر ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس امید کے ساتھ لکھی کہ جس روز مال و دولت' اولاد' ماں باپ' رشتہ دار' اور دوست کام نہ آئیں گے۔ شاید اس روز سالار شہیدان راہ حق کی نگاہ مجھ پر پڑ جائے۔ اور اپنے اختیار کا استعمال کرتے ہوئے۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیں۔ اور اپنے عاشقوں کی فہرست میں ہمارا بھی نام درج کر لیں----

اس امید کے ساتھ کہ ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اس خدمت حقیر کو اپنی بارگاہ میں مورد قبول فرمائیں۔

قم

اسد اللہ داستانی

"ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام"

تین شعبان جمعرات کے روز، ہجرت کے چوتھے سال رسول اکرم خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے، "البشارۃ" "البشارۃ" مبارک ہو، مبارک ہو، ---------- کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

خیر البشرؐ نے فرمایا، بھئی کیسی مبارک ------؟

عرض کرنے لگے آپ کی بیٹی حضرت فاطمتہ الزہراءؑ کے ہاں ایک خوش شکل، خوبصورت، اور صحیح و سالم بیٹے نے جنم لیا ہے!

رسید مژدہ رحمت کہ در سرای علیؑ　　قدم نہاد عزیزی کہ مادرش زہراست
چہ نور کردہ تجلی کہ دستہ دستہ ملک　　روان بہ عالم سفلی زعالم بالاست

جب رحمت جہان و مکانؐ نے اس خوش خبری کو سنا ------ تو آپ شادمان و مسرور ہوئے۔

آپ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمانوں کی نوری مخلوق "ملائکہ" گروہ در گروہ زمین پر اتر رہے ہیں۔ اور ہدایت کے چراغ اور کشتی نجات کے ناخدا حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اس مولود مسعود کی خوشی میں فرحاں و شاداں نظر آرہے ہیں۔ آپ نے جیسے ہی اس نبیوں کے ناصر کی ولادت کا مژدہ سنا--- تو اپنے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور اپنی لاڈلی اور اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا کے گھر کی طرف چل دیتے ہیں۔ اور آپ نے اس ہادی دین برحق کی ولادت پر اپنے وصی اور اللہ کے ولی علیؑ کو اور

شہزادی عصمت، وجہ غرض خلقت جہان حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو "مبارکباد" پیش کی۔ اور آپ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ:

"میرے دین کے وارث بیٹے کو میرے پاس لے آؤ"

جناب اسماء دوڑتی ہوئی اس پھول کو اٹھا کر لے آئیں۔ یہ "گلدستہ آل عبا" ایک سفید چادر میں لپیٹا ہوا تھا۔ بانی اسلام نے ہادی اسلام کو بڑے ہی پیار اور ناز ونعم سے اپنے ہاتھوں میں لیا، اور اس مولود کی جبین ناز پر بوسہ دیا۔ اور دائیں کان میں اذان کی صدا بلند کی اور بائیں کان میں اقامت کہی اور آپ نے:

"اس گلدستہ حسن کا نام حسینؑ رکھا"

آپ کی ولادت باسعادت کے ساتویں روز، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "عقیقہ" کیا۔ آپ نے ایک گوسفند کو ذبح کیا۔ اور اپنے حسین حسینؑ کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔ اور بعض کتابوں میں نقل ہوا ہے کہ۔

"آپ نے حسینؑ کے بالوں کے برابر سونا صدقہ دیا"

"امام حسین علیہ السلام کی خوراک"

حضرت امام حسین علیہ السلام کی غذا کے متعلق تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس نومولود کی غذا لسان رسول مقدس اسلامؐ تھی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ آپ اپنے نانا کا انگوٹھا چوستے تھے۔ اور بعض نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ آپؑ نے ایک "مرضعہ" کا بندوبست کیا تھا۔ ہر لحاظ سے امام حسین علیہ السلام نے اپنی غذا وحی و نبوت سے حاصل کی تھی۔ اس لیے کہ آپ انسانیت کے بلند ترین درجے پر فائز تھے۔ آپ "مہبط وحی والتنزیل" سے پاک غذا کھاتے رہے۔ اس لیے کمال انسانی "شرافت، امانت، سعادت، شہامت، فضیلت و شجاعت اور استقامت" کے آخری مراتب پر فائز تھے۔ آپ ولایت و امامت کے درخشندہ خورشید تھے۔ جس کی نورانی شعاعوں نے زمانہ کو روشن کیا۔ آپ ہادی دین راہ حق تھے۔۔ آپ رشد و ہدایت کے سرچشمہ تھے۔ آپ نے دنیا کو زندگی کا آئین اور دستور العمل دیا۔ آپ نے اپنے لہو سے حق کا بول بالا کیا اور باطل کا منہ کالا کیا۔ آپ نے ناموس رسالتؐ کا تحفظ کیا۔ آپ نے احقاق حق کو بلند کیا۔

"حسب و نسب امام حسین علیہ السلام"

امام حسین علیہ السلام نجیب الطرفین اور آپ کے حسب و نسب میں تمام عظمتیں پائی جاتی ہیں۔ آپ کے نانا سید الانبیاء (حضرت محمدؐ)، آپ کی نانی ملکہ عرب "حضرت خدیجہ الکبریٰ" آپ کے بابا سید الاوصیاء "حضرت علی علیہ السلام" اور آپ کی والدہ سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام تھیں۔

آپ نسب کے لحاظ سے عصمت وطہارت میں ہر لحاظ سے گھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ آپ کی پرورش بھی عصمت کے ماحول میں ہوئی تھی۔

آپ کے حسب و نسب کے متعلق ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

اَلْاُمُّ فَاطِمَۃُ وَالْاَبُ الْکَرَّار   لَا ابٌ فِی الْاَنَامِ کَذٰا وَلَا اُمٌّ کَذِی

آپ کی والدہ فاطمہ زہراء علیہا السلام اور باپ حیدر کرار علیہ السلام ہیں، زمانہ میں کسی کو ایسے والدین نصیب نہیں ہوئے۔ شیخ صدوقؒ اپنی کتاب "امالی" میں رقم طراز ہیں۔

ایک روز مدینہ کی مسجد میں لوگوں کا اژدہام تھا۔ اور سارے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب سننے کے لیے سراپا انتظار تھے۔ رسول پاکؐ منبر پر تشریف لے گئے،

آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ:

اے لوگو! غور سے سنو، کیا میں نہ بتاؤں، اور آگاہ نہ کروں! کہ اس کائنات

میں جد اور جدہ کے لحاظ سے کون عظیم انسان ہے-----؟

سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا--- آپ ضرور فرمائیں--؟

رسول خداؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں---- جن کا نانا میں محمدؐ خاتم الانبیاء ہوں' اور ان کی نانی ملکہ عرب حضرت خدیجہ الکبری ہیں-

آپ نے بعد میں فرمایا کہ اے لوگو! میں تم کو اس کائنات میں بہترین ماں اور باپ کے متعلق بتاؤں---؟

سب نے کہا: بلی یا رسول اللہؐ

آپ نے فرمایا کہ سنو! میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ کے باپ "علیؑ" سے بہتر کائنات میں کسی کا باپ نہیں --- اور ان کی ماں فاطمتہ زہرا آسلام اللہ علیھا سے بہتر کوئی ماں نہیں ہے-

آپ نے فرمایا میرے بیٹوں کی ایک اور بزرگی و عظمت سنو---؟

کیا تم کو نہ بتاؤں کہ اس کائنات میں سب سے عظیم چچا اور پھوپھی کون ہیں؟ اور کس کے ہیں-

سب نے کہا: بلی یا رسول اللہؐ ؟

آپ نے فرمایا وہ میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ جن کے چچا جعفر طیار جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں- اور فرشتوں کی بزم میں رہتے ہیں- اور میرے بیٹوں کی پھوپھی ام ھانی دختر ابو طالب ہیں- جو دنیا کی سب پھوپھیوں

سے افضل ہیں۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خدایا ان سب کو ہمارے ساتھ محشور فرمانا!

کائنات عالم میں امام حسینؑ حسب ونسب میں یکتا ہیں۔ آپ جیسا عظیم نسب تو نبیوں کو نصیب نہ ہو سکا، اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے کربلا کے لق و دق صحرا میں یزیدی سپاہ کے سامنے اپنے خاندانی فضائل اور حسب ونسب کو بیان فرمایا تھا:

"ہمیں اپنے نجیب الطرفین ہونے پر فخر ہے۔ میں (مادری و پدری) اپنے دونوں نور پر فخر و مباہات کرتا ہوں، کہ میرے والدین (رسولؐ کے خاندان) قریش سے تھے۔ اور میرے والد بزرگوار حیدر کرارؑ (رسولؐ خدا کے بعد) کائنات میں سب سے افضل ہیں۔ اور میرے والد محترم اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اور میری والدہ محترمہ فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا کو رسولؐ کی لخت جگر ہونے کا فخر ہے۔ اور آپ عالمین کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ مجھے علیؑ و بتولؑ کے فرزند ہونے پر فخر حاصل ہے۔ میرے باپ "آفتاب ہدایت" ہیں اور میری ماں "ماہ کامل" ہیں اور میں دو ایسے ستاروں کا فرزند ہوں کہ جن کے نور سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشن و تابندہ ہے۔

"رسولؐ کی نواسہ رسولؐ سے محبت"

حضورؐ سرور کائنات فخر موجودات' کو اپنے بیٹے حسینؑ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ اپنے شہزادے سے پیار کرتے تھے۔ پیغمبرؐ کو اتنی لگن تھی زہراء کے لاڈلے سے --- کہ آپ تھوڑی سے تکلیف بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ آپ حسین علیہ السلام کو کسی حالت میں بھی پریشان نہ دیکھ سکتے تھے۔

ایک دن رحمت کل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جگر کے ٹکڑے (بتولؑ) کے گھر تشریف فرما تھے۔ کہ آپ نے امام حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی۔ آپ بڑی بے تابی سے بتولؑ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور آپؐ نے بتولؑ سے فرمایا۔

میری معصوم بیٹی! شاید تمہیں نہیں معلوم! کہ مجھ سے حسین علیہ السلام کا رونا برداشت نہیں ہوتا--- اور حسینؑ کے گریہ کی صدا نے مجھے رنجیدہ کر دیا ہے۔ پھر آپ نے حسین علیہ السلام کو اپنی گود میں لیا---- اور ارشاد فرمایا کہ:

خداوندا' میں اس چھوٹے معصوم بچے کو دوست رکھتا ہوں۔ تو بھی اس کو دوست رکھ!

صحابی رسولؐ جناب سلمان فارسی رضی اللہ تعالے عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ---- کہ حسین علیہ السلام میرے بیٹے ہیں' جس نے میرے ان شہزادگان سے محبت کی --- گویا اس نے مجھ

سے محبت کی---- اور جس نے میرے ساتھ محبت کی ---- اس نے خدا کے ساتھ محبت کی---- اور جس سے خدا دوستی رکھتا ہے وہ شخص یقیناً جنت میں جائے گا۔ اور جس نے میرے بچوں (حسنین علیہما السلام) سے بغض و دشمنی کی--- گویا کہ اس نے مجھ رسولؐ سے بغض و دشمنی کی---- اور جس نے میرے ساتھ دشمنی مول لی۔ گویا کہ اس نے خدا کی دشمنی مول لی۔ اور جس نے خدا سے بغض و دشمنی لی وہ شخص یقیناً جہنم میں جائے گا۔"

بعض راویوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ۔

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے حسین علیہ السلام کو اٹھایا ہوا تھا' آپ امام حسینؑ کے بوسے بھی لے رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

"کہ اے میری امت کے نجات دہندہ حسینؑ بیٹے! تم سید ہو' تمہارا باپ سید ہے' اور تم سادات کے باپ ہو' اے میرے بیٹے! تم امامؑ ہو' امامؑ کے بیٹے ہو' اور اماموں کے باپ ہو' اے میرے لاڈلے! تم حجت خدا ہو' حجت خدا کے فرزند ارجمند ہو' اور حجج خداوندی کے باپ ہو' تمہارے صلب پاک سے' نو امامؑ متولد ہوں گے' اور تمہارا آخری بیٹا قائم آل محمد علیہ السلام ہو گا۔

آپ حسین علیہ السلام سے پیار و محبت اس لیے بھی کرتے تھے---- کہ آپ اپنے فرزند ابراہیم سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ اور پیغمبر اکرمؐ اپنے فرزند

ابراہیم کے مقام پر بھی زہراء کے لعل سے پیار کرتے تھے۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ آپ نے ایک دن دائیں زانو پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بٹھایا ہوا تھا اور بائیں زانو پر اپنے فرزند ارجمند ابراہیم کو بٹھایا ہوا تھا۔۔۔ آپ کبھی حسین علیہ السلام کے بوسے لیتے' اور کبھی ابراہیم کے فرط محبت سے بوسے لیتے' اسی دوران جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے' اور وحی الہیٰ کو آپ تک پہنچایا۔ "خداوند درود و سلام کے بعد فرماتا ہے:

کہ حکمت و مشیت الہیٰ اسی میں ہے کہ ان تمہارے دو بیٹوں میں سے کسی ایک کو لے لے' لہٰذا آپ کسی ایک کو دوسرے پر قربان کر دیں اور آپ کو ان دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کی اجازت حاصل ہے۔

رسول خداؐ نے اپنے دونوں فرزندوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا' ایک دفعہ وارث شریعت بیٹے پر مایوس کن نگاہ ڈالی' اور پھر اپنے لخت جگر ابراہیم پر نگاہ رسولؐ اٹھی اور آپ کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا' تو آپ نے فرمایا۔"

کہ مادر ابراہیم تو ایک کنیز ہے' اگر ابراہیم مجھ سے جدا ہو گئے تو میرے علاوہ کوئی بھی مغموم و محزون نہ ہو گا' البتہ حسین علیہ السلام کی والدہ محترمہ معصومہ کونین حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام اور باپ امام المتقین ولی خدا علیہ السلام ہیں ۔۔۔ کہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں کہ ان کا گوشت و پوست میرا گوشت پوست ہے۔ چنانچہ حسینؑ پر ابراہیم کو فدا کرتا ہوں۔ کیونکہ ابراہیم پر حسین علیہ السلام کو قربان کرنے پر چچا کے بیٹے حضرت علی علیہ السلام اور میرے جگر کے

ٹکڑے' فاطمہ بتولؑ محزون و مغموم ہوں گی- لہٰذا میں خود مغموم و محزون ہونا پسند کر لوں گا- لیکن اپنی لاڈلی زہراءؑ کو پریشان ہوتے نہیں دیکھ سکتا- جبرئیل علیہ السلام میرے ابراہیم کو مجھ سے لے لو--- "یہ صدقہ ہے میرے حسین علیہ السلام کا-"

اس حوالہ سے آپ نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کی موت کو برداشت کر لیا--- اور آپ برداشت نہیں کر سکتے تھے- کہ میرے حسینؑ کو کوئی تکلیف یا زک پہنچے' اس کے بعد یونہی آپ حسین علیہ السلام کو دیکھتے' آپ حسینؑ کے بوسے لیتے' اپنے سینے سے لگاتے اور فرماتے کہ میرے حسینؑ -

"فَدَيْتُ مَنْ فَدَيْتُهُ بِابنی اِبْرَاهِيْمَ"

میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو زہراء کے بیٹے حسینؑ پر قربان کیا ہے-

حدیث پاک میں متعدد بار آیا ہے کہ رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ:

"حُسَيْنٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ' اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا' حُسَيْنٌ سِبْط مِنَ الْاَسْبَاطِ"

کہ حسینؑ مجھ سے ہے' اور میں حسینؑ سے ہوں' خدایا اس کو دوست رکھ -- جو حسینؑ سے دوستی رکھتا ہے-- اور حسینؑ میرے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے-

سید بحرالعلوم اشعار میں فرماتے ہیں کہ:

سبط النبی ابوالاطہار والدہ   الکرار مولا اقام الدین صارمہ

امام حسین علیہ السلام سات سال کے تھے کہ آپ کے دادا حضرت ابو طالب وفات پا گئے- اور آپ نے بہت ہی تھوڑے عرصے اپنی معصومہ و بتولؑ ماں کے دامن پاک میں پرورش پائی- اس کے بعد آپ کی پرورش گھوارہ ولایت، علی ابن ابی طالب میں ہوئی، اور آپ نے اپنے شفیق و مہربان باپ کی گود میں "اسرار ولایت" سیکھے، اور آپ نے پیغمبرؐ کے بعد کائنات عالم کے قابل ترین اور فاضل ترین انسان سے تعلیم و تربیت حاصل کی- حضرت علی علیہ السلام نے بچپن میں "حسنینؑ" کو مودت و محبت کے گر سکھلائے- اور آپ نے شہزادگان کی تربیت کی، اور آپ نے تمام صفات عالیہ انسان اور مکارم اخلاق کی تعلیم، حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو دی-

چونکہ ہماری اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے کہ تمام نصائح اخلاقی (جو حضرت نے شہزادگان کو نظم اور نثر کی صورت میں تعلیم فرمائے تھے) کو بیان کیا جائے- اس لیے فقط ہم چند نصائح کا ذکر کرتے ہیں جو آپ نے اپنے بیٹے حسین علیہ السلام کو وصیت کے طور پر ارشاد فرمائے تھے-

"حضرت علیؑ کی امام حسینؑ کو چند نصائح"

"یا بنی او صیک بتقوی اللہ فی الغنی والفقر' و کلمۃ الحق فی الرضا والغضب' والقصد فی الغنی والفقر' و بالعدل علی الصدیق والعدو' وبالعمل فی النشاط والکسل' والرضا عن اللہ فی الشدۃ والرخاء"

"اے میرے لخت جگر! میں تجھے تونگری اور فقیری کی حالت میں تقویٰ اپنانے کی' خوشی اور غم دونوں حالتوں میں اعلائے کلمتہ الحق بلند کرنے کی' تونگری اور فقیری کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنے کی' دوست اور دشمن سے عدالت کرنے کی' حالت نشاط و کسالت میں عمل و کردار کے ساتھ پیش آنے کی' سختی و نرمی میں خدائے لم یزل کی رضا حاصل کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔"

"یا بنی راس العلم الرفق' وآفتہ الخرق' و من کنوز الایمان الصبر علی المصائب' والعفاف زینۃ الفقر' والشکر زینۃ الغنی' و اعجاب المرء بنفسہ یدل علی ضعف عقلہ"

اے بیٹے! علم انسان میں نرمی و ملائمت پیدا کرتا ہے' اور بد اخلاقی و درشتی علم کے لیے آفت ہوتی ہے' مصائب و مشکلات میں صبر کرنا' ایمان کے خزانے پر دلالت کرتا ہے۔ عفت و پاک دامنی غربت کا زینت و زیور ہے۔ شکرو سپاس گزاری زیور تونگری ہے' خود پسندی مرد کی عقل کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔

ان نصائح کاخلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جو مکتب مکارم اخلاق'

شجاعت و شہامت، سخاوت و جواں مردی، زہد و عبادت، صبرو شکیبائی کے پیکر تھے--- وہ سالار شہیداں حسین بن علی علیہ السلام کو اپنے مکتب علم و عمل کی تعلیم دے رہے ہیں۔ آپ اس امامؑ کو نصائح فرما رہے تھے کہ جس نے اپنے لہو سے ایک تاریخ کو رقم کیا ہے، جس نے مشکلات و مصائب میں گھر کر بھی اپنے خاندانی آداب کو نہیں بھلایا---- جس نے اکہتر لاشے اٹھا کر بھی (توحید کی عظمت کے سامنے زخموں سے چور چور جسم کے ساتھ) نماز عشق ادا کی۔ جو شیر خدا کا خون ہو کر بھی (ماں کے جہیز میں ملنے والے دریائے فرات کے کنارے) سکینہؑ و اصغرؑ کی تین دن کی پیاس کو برداشت کر گیا، جس نے عصمت کی پلیوں کو خدا کے دین کی سربلندی کے لیے، احقاق حق کے لیے، ابطال باطل کے لیے کربلا کے لق و دق صحراء میں خدا حافظ کیا--- اور میرے قلم میں طاقت کہاں کہ میں اس خاندان "عصمت و طہارت" کی عظمت و سیادت کو سپرد قرطاس کر سکوں۔ میں قیام حسینیؑ کے عوامل اور علل کو کیسے صحیح معنوں میں بیان کر سکتا ہوں، میں تو اس قیام حسینیؑ کو (قیام رنگین عاشورہ) سے تعبیر کرتا ہوں۔ اور مشن حسینؑ پر چلنے کی بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں۔

"قیام حسینؑ کیوں"

یہ سوال کئی برسوں سے اٹھایا جا رہا ہے' بالخصوص آج کل کے وہ نوجوان اس مسئلہ کو اٹھاتے ہیں جنھوں نے سانحہ کربلا اور روز عاشورہ کا دل خراش مطالعہ کیا ہے' یا حق و باطل کی اس جنگ کے بارے میں سنا ہے' وہ اپنے آپ سے اور دوسروں سے سوال کرتے ہیں---- کہ امت نبیؐ نے نواسہ رسولؐ کو بے دردی سے کیوں شہید کیا---؟ کس لیے میوہ دل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور چشم علی علیہ السلام اور جگر گوشہ بتولؑ کو روز عاشورہ کربلا کے لق و دق صحراء میں' تین دن کا بھوکا و پیاسہ شہید کیا---؟ اور رسول زادیوں کو حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد رسن بستہ اسیر کیا------؟

امام حسین علیہ السلام نے یزید کے خلاف قیام کیوں کیا------ کہ یہ دل خراش واقعہ پیش آیا------ آپ کی خوشیوں بھری زندگی' پر آشوب ماحول میں بدل گئی---؟

اور یہ تمام آزمائشیں غریب کربلا پر کیوں آزمائی گئیں؟ حسین علیہ السلام کا اس قیام میں ہدف کیا تھا؟ اگر آپ یزیدی قوتوں کے خلاف قیام نہ کرتے تو پھر کیا ہوتا------؟

آخر اس واقعہ کربلا کے بنیادی و اساسی عوامل کون کون سے ہیں' اور اس کا فلسفہ کیا ہے؟

دانشوروں' محققوں اور علماء نے اس سلسلہ میں مختلف جواب دیئے ہیں اور

ہر کسی نے اپنے علم و دانش سے اس مسئلہ کے عوامل بیان کیے ہیں- اور دوسرے لوگوں کو مختلف دلائل سے خاموش کیا ہے-

لہٰذا ہم ان سوالات کا جواب تسلی بخش دینا چاہتے ہیں کہ امام حسینؑ کا کربلا میں قربانی پیش کرنا---- کن مقاصد و اہداف کے پیش نظر تھا- کیا نہضت امام حسین علیہ السلام کا مذہبی، سیاسی اور اخلاقی پہلو بھی تھا- درحقیقت مشن حسینؑ اور تحریک کربلا کا بنیادی و اساسی مقصد پرچم "لا الہ الا اللہ" کو بلند کرنا تھا-

اور مظلوم کربلا نے احیائے اسلام اور کلمہ توحید کی سربلندی کے لیے کربلا کی سرزمین پر حسینیؑ انقلاب برپا کیا- اور ہمیشہ کے لیے یزیدیت کو شکست فاش دے دی-

"علل قیام امام حسین علیہ السلام"

میں اپنی تحریر کا آغاز اس وقت سے کرنا چاہتا ہوں -- کہ جب ابو سفیان بستر مرگ پر جاں کنی کے عالم میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا- اس نے اپنا رخ اپنے بیٹے (معاویہ) کی طرف کیا اور کہا:

اے معاویہ! میں اس دنیا سے جانے والا ہوں' اور میرے بعد خاندان بنو امیہ کی سرداری تیرے ہاتھ میں ہو گی اور یہ سرداری ایک گیند کی مانند ہے جو دست بدست لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے-"

معاویہ نے اپنے باپ کی وصیت کو غور سے سنا' معاویہ زندگی گزار کر اس دنیا سے رخت سفر باندھنے لگا- تو اس نے ۶۰ ہجری کو اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لیے مختلف شہروں کے سرداروں' آفیسروں اور رؤسا کو خطوط لکھے' اور ان خطوط میں تحریر کیا کہ میرے بیٹے یزید کی بیعت لوگوں سے لی جائے- کیونکہ اسے رسمی طور پر حکومت و اقتدار منتقل کر دیا گیا ہے-----

یزید لوگوں کے درمیان فسق و فجور' عیاشی اور شراب نوشی میں مشہور تھا- چند درباری اور تنخواہ دار لوگوں کے علاوہ' دوسرے لوگ یزید سے نفرت کرتے تھے' اور وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ یزید کو اسلامی حکومت کا سربراہ اور ولی عہد بنا دیا جائے ---- اس لیے اس کے خلاف ہر طرف سے صدائے مخالفت بلند ہوئی' اور خصوصی طور پر مکہ اور مدینہ سے-

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں نے معاویہ کی حکومت کے دوران

صدائے مخالفت بلند کیوں نہ کی؟ اور یزید کے زمانہ میں کیوں بلند کی-----؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کی حکومت میں فرق تھا' اور معاویہ کے ساتھ قرار دادیں تحریر کی گئی تھیں' --- جس کی وجہ سے طالبان حق خاموش تھے---- لہٰذا لوگوں نے اس کے زمانہ میں صبر و ضبط سے کام لیا- اور جب لوگوں نے یزید کے جنایت کار چہرے کو دیکھا --- تو پھر وہ قیام کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے-

ہم ذیل میں معاویہ اور یزید کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں-

معاویہ کے دور حکومت میں اسلام کے قوانین کا ظاہری اجراء تھا یا کم از کم دکھاوا ضرور تھا- لیکن یزید کی حکومت میں کسی اسلامی قانون کا ظاہری اجراء بھی نہ تھا' اور وہ ان قوانین کی پروا بھی نہیں کرتا تھا-

معاویہ ایک چاپلوس' دھوکہ باز' عوام فریب' سیاست مدار' اور تجربہ کار شخص تھا- لیکن یزید باپ کے الٹ نوجوان' کم تجربہ کار' بد قماش اس کو سیاست اور امور ریاست و حکومت چلانے کا اصلاً ڈھنگ ہی نہ تھا- ہر وقت شراب میں دھت رہتا تھا- اور شعرو شراب کی محفلوں کا دلدادہ تھا-

معاویہ کے حواری سیاسی پختگی اور تجربہ کار مکار لوگ تھے' جیسے عمرو عاص' وغیرہ اور یزید کے حواری یزید سے بھی کم تجربہ کار تھے- ان کا کام چاپلوسی کرنا تھا- یا وہ لوگ یزید بن معاویہ کے جانثار تھے-

معاویہ چونکہ خود "ہارس ٹریڈنگ" کے ذریعے اقتدار میں آیا تھا- لہٰذا اس

نے اس غاصب حکومت کے چلانے کے لیے شام کے مختلف شہروں میں اور دوسرے شہروں میں پیسے کو پانی کی طرح بہایا۔ اور لوگ ظاہری طور پر اس سے راضی تھے۔ چونکہ یزید سیاسی دھن کا آدمی نہ تھا۔ اس نے اس سلسلہ میں کوئی پیسہ خرچ نہ کیا۔

سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ لوگ بنو امیہ کی ڈکٹیٹر شپ سے تنگ آ گئے تھے۔ اور اس کے حکومت پر آنے کے لیے گریز کر رہے تھے۔ لیکن یزید کے حواری "ابن الوقت" اسے رسمی طور پر خلیفہ اور بادشاہ مانتے تھے۔ اور بغیر کسی قیدو شرط کے اس کی ولی عہدی کو مان چکے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق طلب اور عقل و فکر رکھنے والے لوگ بنو امیہ کے بے جا شکنجوں اور ڈکٹیٹر شپ سے تنگ آ چکے تھے۔ اور لوگ مطالبہ کر رہے تھے کہ اقتدار و حکومت اصلی حق داروں کو دی جائے اور اس لیے ہزاروں لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے۔ اور انہوں نے قیام حق کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ اور ہم نے علل قیام حسینؑ کو تدریجاً منظم کیا ہے۔

"عوامل قیام امام حسین علیہ السلام"

ہم نے پچھلے اوراق میں قیام امام حسین علیہ السلام کی کچھ وجوہات بیان کی ہیں بہتر ہو گا ہم ذیل میں چند دوسری وجوہات کا اضافہ بھی کریں۔

فلسفہ کا اٹل اصول ہے کہ کوئی بھی معلول بغیر علت کے، اور کوئی بھی کام بغیر عامل کے معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ اور ان علل و عوامل سے سماج میں اجتماعی اور فرادی تبدیلی آتی ہے۔ یا دوسری تعبیر سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ علل و عوامل ہی معاشرے میں تبدیلی کا سرچشمہ ہیں۔ اور اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد پاک ہوتا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ"

علامہ اقبال نے اس آیت کا ترجمہ شعر میں یوں کیا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت بدلنے کا۔

لہٰذا زمانہ میں کوئی بھی کام اور کوئی بھی چیز عبث اور علت کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اور ہر عقل مند کوئی بھی کام فضول اور عبث نہیں کرتا۔۔۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک فلسفہ ہوتا ہے۔ اور قیام حسینی علیہ السلام بھی بغیر کسی علت اور وجہ کے وجود میں نہیں آیا۔ یقیناً اس تحریک حسینی علیہ السلام کے اسباب و علل تھے، جس کی بنا پر حسین علیہ السلام کو وقت کے ظالم کے سامنے قیام کرنا پڑا۔۔۔۔ پچھلے اوراق میں کچھ کا تذکرہ ہوا۔۔۔ کچھ عوامل کا ذکر ذیل میں کر رہے ہیں۔

قیام حسینی علیہ السلام کے عوامل اور مصداق پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے۔

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ"

خلافت بنی امیہ کا دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جڑ پکڑ لینا۔ یزید بن معاویہ کا حکومت اسلامیہ پر برا جمان ہونا' اور اس کا جہان میں فساد برپا کرنا۔ اور عالم میں جہالت کے شعلوں کو بھڑکانا۔ شجرہ اسلام اور ریشہ ہائے شجرہ اسلام کو کاٹنے کی کوشش کرنا۔ مشن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح و آشکار مخالفت کرنا' اور حضرت علی علیہ السلام کی فکر اسلامی کا سرعام مذاق اڑانا۔ اور دین اسلام کے سامنے بنی امیہ کی کج اور اسلام دشمن پالیسی کا نفوذ کرنا۔

اس اموی بدمست شہزادے نے بے دینی اور اسلام دشمنی ماں کے دودھ سے حاصل کی تھی۔ لہٰذا یہ ماں کے دودھ کی تاثیر تھی کہ اس نے قرآن کی علی الاعلان مخالفت کرنا شروع کر دی' اور امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دستورات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی دیدہ دلیری سے مخالفت کرنا شروع کر دی۔

وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی خدا' حضرت علی علیہ السلام کو بر سر منبر گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ محبان آل محمد کو (آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی اور محبت رکھنے کی پاداش میں) سولی پر لٹکایا جانے لگا' محبان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلع قمع کیا جانے لگا' اور کھلے

بندوں قتل عام ہونے لگا-

بنی امیہ نے اقتدار و حکومت کے زور پر جعل سازی کر کے جعلی احادیث گھڑنی شروع کر دیں اور اس حکومت نے ایک کمیٹی تشکیل دی جو بنو امیہ کے حق میں احادیث گھڑتی اور لکھتی تھی- اور اس سازشی کمیٹی نے خاندان امامت و ولایت کے خلاف احادیث گھڑنی شروع کر دیں' اور خاندان اہل بیتؑ پر تہمتیں لگانا شروع کر دیں- اور خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک و حرمت بر سر عام کرنا شروع کر دی- جو آل محمدؐ پر حرام تھا--- اس کو عوام الناس کے سامنے حلال کہا جانے لگا- کسی قسم کی جنایت اور خیانت کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف چھوڑا نہ جانے لگا- اور اس بدمست و بدفطرت شہزادے نے تو باپ دادا کے دین پر قائم ہونے کا اعلان کر دیا تھا- (یعنی بت پرستی) مجھے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی سروکار نہیں- --- (نعوذ باللہ) مصطفیٰؐ تو ایک جادوگر تھے- اور انہوں نے لوگوں پر جادو کیا تھا- اور انہوں نے محبت اہل بیت علیہ السلام پر اکٹھے ہونے کے لیے لوگوں کو خود دعوت دی تھی- نہ ان سے بہشت وابستہ ہے اور نہ ہی جنت اور خود یزید نے اپنے اشعار میں کہا تھا کہ-

لعبت هاشم بالملك فلا   خبر جاء ولا وحى نزل

بہر کیف اموی بدمست شرابی بے ایمان اور بے دین تھے- جن کا خدا کی توحید پر یقین نہیں تھا- اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے دشمن تھے' شکم پرست اور خواہشات نفسانی کے پجاری تھے- ہمیشہ اقتدار و حکومت اور

تخت کے خواہش مند رہتے تھے۔ انتہا کے ظالم اور ستم گر تھے۔ ہر برائی کے حامی تھے۔ زمانہ کے کمزور اور مستضعفین جہان کے حقوق غصب اور پامال کرنے میں راحت محسوس کرتے تھے۔ بدنام زمانہ لوگوں' خیانت کاروں' ستم گروں اور قاتلوں کے حامی تھے۔

"حق کا سیدھا راستہ ---- کربلا کربلا"

حضرت امام حسین علیہ السلام بانی شریعت کے بیٹے تھے- اور خود وارث اور محافظ شریعت تھے- لہٰذا آپ نے اپنا "وظیفہ شرعی" جانتے ہوئے امربالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا- اور خدا کے اس فرمان "اَنْ تَقُوموالِلّٰہِ" پر عمل کرتے ہوئے باطل کے خلاف قیام کیا-

☆ قیام حسینی علیہ السلام ----- حق اور باطل کے درمیان حد فاصل ہے' اور اعلائے کلمہ حق ہے-

☆ قیام حسینی علیہ السلام ----- فضیلت' عظمت' حق گوئی' حق پرستی اور درستی کو' نادرستی' حیلہ و مکرو فریب' دجل' دھوکہ دہی' تہمت' بہتان' افتراء' لعن و طعن' گالی و گلوچ سے جدا کرتا ہے-

☆ قیام حسینی علیہ السلام ---- عدالت کے ذریعے ستم کاری کو واضح کرتا ہے-

☆ قیام حسینی علیہ السلام ---- بنو امیہ کے مصنوعی تاریک بادلوں کو نور کی نورانی کرنوں کے سامنے رسوا کرتا ہے-

☆ قیام حسینی علیہ السلام ---- گروہ بنو امیہ کے جنایات' جس کے سبب سے انہوں نے ارکان دین کا انہدام کیا تھا- ان کو روشن و واضح کرتا ہے-

☆ قیام حسینی علیہ السلام ----- بنو امیہ کی جعلی تفاسیر اور احادیث کی (جو ان کے وظیفہ خواروں نے ان کی شان میں گھڑی تھیں) نشان دہی کرتا ہے- حقیقت اور مجاز میں واضح فرق کرتا ہے' اور قیام کا درس دیتا ہے کہ قرآن کی حمایت میں

اٹھ کھڑے ہونا۔ ہر ایک کا وظیفہ شرعی ہے۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ------- مکتب اسلام کے تربیت یافتہ گان کی معاشرہ میں پہچان کرواتا ہے------ اور مکتب اسلام کے ایک ایک فرد کا عملاً ترجمہ و تفسیر کرتا ہے۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ------ رہتی دنیا تک راہ خیر و سعادت کی معاشرے میں نشاندہی کرتا رہے گا۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ------- نے بنی امیہ کے ظلم و جنایات اور خیانت ہائے گروہ بنو امیہ کو ننگا و آشکار کر دیا ہے۔ ان کے لباس حیلہ، مکرو فریب اور دجل کو زمانے کے سامنے عریاں کر دیا۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ------ نے افکار عمومی کو جلا بخشی، اور ارشاد و ہدایت کو عام کیا، مظلوم کے پاک لہو نے شجرہ اسلام کو تر و تازگی بخشی۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ------- نے تاریخ کے اوراق پر لگنے والے دھبوں کو دھو ڈالا، تاریخ کے صفحات پر ابہام پیدا کرنے والے معاویہ کے بیس سالہ دور حکومت کو قیام و شہادت حسین علیہ السلام نے روشن و واضح کر دیا، اور اس اموی حکمران کے ظالمانہ رویہ نے جو مسلمانوں سے حقوق چھینے تھے۔ اور شعائر دین وابقاء احکام سید المرسلین کو معطل کیا تھا--- دوبارہ بحال کیا۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ----- نے حب نوع، علاقہ اور ابقاء اسلام کو جلا بخشی۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ----- نے حسب و نسب، علم و دانش، مقام و

صلاحیت، منقبت و فضیلت، وارثان نبوت اور آثار ولایت کی شمع و ہدایت کو روشن تر کر دیا۔

☆ قیام حسینی علیہ السلام ----- ظالم طاقتوں کے سامنے قیام کرنا، ہر شخص کا وظیفہ شرعی ہے۔ اور قرآن مجید میں نیکی و فضیلت کے قیام کرنے، موعظہ حسنہ اور نصیحت کے قیام کرنے، احقاق حق کے قیام کرنے، نظام عدل اور دستور خداوندی کے قیام کرنے متعلق چند آیات نازل ہوئی ہیں۔ اللہ کے دستور کے مطابق قیام کرنا--- یہ ایک نورانی مشن ہے حب دنیا، جلب منفعت اور مضرت کو دفع کرنے کے لیے قیام کرنا، یہ ایک حیوانی قیام ہے۔

انسان کا وظیفہ قیام ہے۔ بیداری کی حالت میں انسان پانچ اوقات کی نمازوں میں قیام و قعود کو بجالاتا ہے۔ اور اگر سویا ہو تو یہ قیام اس کو بیدار کرتا ہے۔ کہ اس وظیفہ شرعی کا قیام کر۔ ایسا یہ کیوں ہے -----؟ اس لیے کہ انسان ہمیشہ قیام کی حالت میں رہے۔ قیام قلم کی صورت نہیں، قیام مال کے ساتھ، وعظ و نصیحت، جنگ و جہاد، رہبری و راہنمائی اور فعالیت کرنے میں ہی ----- ہو سکتا ہے۔ قیام ----- عبادت و ریاضت اور اطاعت پروردگار کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس عالم میں طبیعت اور تکامل کی نشوونما ہوتی ہے۔ جو بھی اس قیام سے غافل رہا اس نے دنیا و آخرت میں نقصان اٹھایا۔ لہٰذا اس قیام کے متعلق واضح دستور موجود ہے۔ جو بھی شریعت، طریقت اور حکمت کے متعدد مورد پسند میں قیام کر سکتا ہے۔

"قائم آلِ محمد علیہ السلام" اس جہت سے قائم ہیں ----- کہ وہ قیام کریں ---- اور مشن امام حسین علیہ السلام کو زندہ و تابندہ کریں۔ مکتب اہل بیت علیہ السلام کی تجدید نو کریں۔

امام حسین علیہ السلام نے قیام میں خود وظیفہ انجام دیا۔ چونکہ قیام میں شمشیر "اسلحہ" ایک لازمی عنصر ہے۔اور دشمن اسباب جنگ و حرب سے لیس تھا' اور امام حسین علیہ السلام نے مظلومیت کا لباس پہن کر قیام کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ قیام تاریخ کے سنہری حروف کا جھومر بنے گا' اور ہمیشہ متلاشیان اور طالبان حق و حقیقت کو قیام کا درس دیتا رہے گا۔

فکر حسین علیہ السلام پر چلنے والے حسینیو! "قیام کرو' قیام حق کے ساتھ' حق کے لیے اور حق کی طرف"

"ابتداء قیام امام حسین علیہ السلام"

قیام امام حسین علیہ السلام کی ابتداء مرگ معاویہ سے شروع ہوتی ہے۔ مرگ معاویہ کے بعد مدینہ کے گورنر "ولید بن عتبہ" نے امام حسین علیہ السلام کی جانب رات کی تاریکی میں ایک قاصد کو بھیجا' اور اس سے کہا کہ امام حسین علیہ السلام کو بلا کر لانے۔ امام حسین علیہ السلام ولید کے قصدو ارادے کو جانتے تھے۔ آپ نے اپنے خاندان کے چند جوانوں کو ساتھ لیا۔ اور آپ نے ان جانثار ساتھیوں سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو ولید نے بیعت کی خاطر قاصد بھیجا ہے' وہ مجھ سے یزید کی بیعت کا خواست گار ہے' اور اگر میری صدا بلند ہو تو ---- تو کمرہ میں داخل ہو جانا ---- اور میرا دفاع کرنا --- اور میری آواز پر لبیک کہنا ---

حضرت امام حسین علیہ السلام ولید کے خانہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے "مروان بن حکم" کو ولید کے پاس بیٹھے ہوئے پایا' تو ولید نے امام علیہ السلام کو معاویہ کی موت کی خبر سنائی۔

آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کی آیت تلاوت فرمائی۔ پس ولید بن عتبہ نے یزید کے خط کو پڑھ کر سنایا' جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت لینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

"حضرت فرماتے ہیں کہ کل دن ہو گا ---- دیکھا جائے گا" ------ ولید نے قبول کیا ------ اور اس نے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ کل صبح مجمع عام میں آپ بیعت یزید کا دوسروں کے ساتھ اعلان کریں گے۔

پاس خاموش بیٹھا ہوا "مروان بن حکم" بول اٹھا--- اور اس نے ولید کو کہا --- اسی جگہ اسی وقت حسین علیہ السلام سے بیعت لے لے--- اگر آپ بیعت نہیں کرتے -- تو سر لے لے' خدا کی قسم اگر حسین علیہ السلام نے اس وقت بیعت نہ کی --- اور تجھ سے جدا ہو گئے ---- تو پھر تیرے ہاتھ نہیں آئیں گے --- اور قتل و غارت زیادہ ہو گی-"

جب امام حسین علیہ السلام نے مروان کی یہ گفتگو سنی ----- تو آپ کے تیور بدل گئے- اور آپ بپھرے ہوئے ایک شیر کی طرح گرجے---- اور آپ نے مروان سے فرمایا-

"انت یابن الزرقاء تقتلتی ام ھو"

"اے زانی عورت کے بیٹے کیا تو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے یا وہ""؟

پھر آپ نے رخ انور ولید کی طرف کیا اور فرمایا اے ولید و مروان تم نے میرے بابا حیدر کرار کے خطبے مسجد کوفہ میں سنے اور آج حسین (بن علی علیہ السلام) کا خطبہ اپنے دربار میں سن-

"انا اھل بیت النبوۃ و معدن الرسالۃ و مختلف الملائکۃ' وبنا فتح اللہ وبنا ختم اللہ' ویزید رجل فاسق شارب الخمر' قاتل النفس المحرمۃ' معلن بالفسق و مثلی لایبایع بمثلہ ولکن' نصبح و تصبحون و نظر و تنظرون اینا احق بالخلافۃ والبیعۃ تم خرج ----؟

"لھوف ابن طاووس --- المجالس الفاخرۃ"

میں "حسین ابن علی علیہ السلام" خاندان نبوت و رسالت سے ہوں میں رسالت کی کان ہوں' اور میں ملائکہ کے اترنے کی جگہ بھی ہوں (یعنی ملائکہ ہمارے گھر کا طواف کرنا ثواب سمجھتے ہیں) خدا نے ہمارے وجود اقدس سے کائنات کی ابتداء کی' اور ہم (اہل بیت علیہم السلام) سے کائنات کا اختتام ہو گا "جب تک وجود آل محمدؐ بنا نہ تھا--- کائنات بنی نہ تھی' لہٰذا سب سے پہلے خالق نے محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے نور کو خلق فرمایا' جب تک بارہویں امام علیہ السلام مہدی برحق اس کائنات میں رہیں گے تو اس وقت تک کائنات بھی رہے گی' جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے --- اس وقت دنیا اور اس دنیا کی رونق اور چہل پہل ختم ہو جائے گی۔ اور یوم حساب شروع ہو جائے گا' اور اسی لیے جمعہ کے خطبے میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"وَبِيُمْنِهِ رُزِقَ الْوَرٰى وَبِوُجُودِهِ ثَبَتِ الْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ"

کہ قائم آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے وجود پاک کا اثر ہے کہ کائنات کے ہر ہر فرد کو رزق مل رہا ہے اور آپ کے وجود پاک کے صدقہ میں زمین باقی ہے اور آسمان قائم ہے۔

میرے مولا پھر ارشاد فرماتے ہیں:

یزید ایک فاسق و فاجر آدمی ہے۔ جو شراب کا دلدادہ ہے' انسانیت کا قاتل ہے اور اللہ کی زمین پر علی الاعلان فسق کرتا ہے'

اور امام مظلوم علیہ السلام نے ولید کے دربار میں ہر دور کے لیے ایک قانون وضع کیا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ نہ مجھ سے میرے پہلے والوں کی بیعت کے متعلق پوچھ --- اور نہ بعد والوں کے بارے

"مِثْلِي لَا يُبَايِعُ بِمِثْلِهٖ" کہ مجھ جیسا اس جیسے کی کبھی اور کسی زمانہ میں بھی بیعت نہیں کر سکتا

البتہ کل صبح ہم بھی دیکھیں گے اور تم بھی دیکھنا' اور ہم بھی غور و فکر کریں گے' اور تم بھی غور و فکر کرنا' کہ ہم میں خلافت و بیعت کا حق دار کون ہے؟

امام علیہ السلام اپنے مطالب بیان فرمانے کے بعد ولید کے دربار سے اٹھ کھڑے ہوئے--؟

اور آپ دربار ولید سے نکل آئے' اس وقت مروان ' ولید کی طرف رخ کر کے کہتا ہے کہ۔

تو نے میری بات کی طرف توجہ نہیں کی --- وگرنہ اتنی پریشانی اور مشکلات پیش نہ آتیں۔

ولید ' مروان کو کہتا ہے کہ

"واللہ ما احب ان لی ماطلعت علیہ الشمس و غربت عنہ من مال الدنیا و ملکھا' وانی قتلت حسینا-----"

"خدا کی قسم اگر ساری دنیا اور زمینوں کی سلطنت اور شاہی مجھے دے دی

جائے کہ جن زمینوں پر سورج چمکتا ہے------- اور جہاں غروب ہوتا ہے اور ساری دنیا کی ثروت کو مجھے دے دیا جائے' تو میں پسند نہیں کروں گا----- کہ حسین علیہ السلام سردار کو قتل کروں----- ؟ یا آپ کے خون میں شرکت کروں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو بھی حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک ہوا--- اس کے اعمال سبک کر دیئے جائیں گے---- اور سیدھا جہنم میں جائے گا۔"

سوال: اس مقام پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت کیوں نہ کی-----؟

جواب: اس سوال کا جواب امام حسین علیہ السلام کی گفتگو' (جو آپ نے ولید کے دربار میں کی تھی) میں واضح پایا جاتا ہے۔

"کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص (حسین بن علی علیہ السلام) خاندان پیغمبرؐ کا چشم و چراغ ہو' معدن رسالت ہو' ماخذ نبوت ہو' ملائکہ جس کے نوکر ہوں' آغوش پیغمبر ﷺ میں پرورش پانے والا ہو' جو جگر گوشہ بتول علیہ السلام ہو' جس نے مہد امامت میں پرورش پائی ہو' جس کے رگ و ریشہ میں نبوت و امامت کا رگ و ریشہ ہو' جس کا نانا انسانیت کا نجات دہندہ ہو' جس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو سعادت و خوش بختی بخشی ہو------- وہ یزید جیسے فاسق و فاجر' خیانت کار کی کیسے بیعت کرے---؟ کیا عقل اس کو تسلیم کر لیتی-؟ ایک کائنات کا افضل ترین انسان---- کائنات کے بد ترین انسان کی بیعت کر لے؟

امام حسین علیہ السلام انسانیت کو حیوانیت میں' اچھائی کو برائی میں' دین

داری کو بے دینی میں تبدیل ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے----؟

امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کر کے--- اس کے "خلاف شریعت" کاموں پر مہر ثبت نہیں کرنا چاہتے تھے' اور اس کو رسمی حیثیت نہیں دینا چاہتے تھے---؟

امام حسین علیہ السلام یزید کی خلافت کو قبول کر کے ----- اسے اسلامی اور قانونی نہیں بنانا چاہتے تھے---؟

امام حسین علیہ السلام معصوم ہونے کے ناطے سے اچھی طرح جانتے تھے کہ یزید کی خلافت مستقیم ہے یا غیر مستقیم---؟ اور یزید کس طرح دین مقدس اسلام پر کاری ضرب لگانا چاہتا ہے-؟

آپ کو یہ قبول نہ تھا کہ یزید اور اس کے ہم کاران کے ہاتھوں میں اسلام کی باگ ڈور ہو' آپ نہیں چاہتے تھے کہ یزید کی بیعت کر کے اس کے غیر شرعی کاموں پر مہر اسلام کو ثبت کریں- لہٰذا آپ نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے بچوں' عورتوں اور نوجوانوں کو ساتھ لیا' اور اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر - ماں بتول علیہا السلام کی قبر پر اور پھر بھائی حسن علیہ السلام کی قبر پر حاضر ہوئے- اور آپ روتے ہوئے نانا کے شہر سے نکلے-

خرج الحسین من المدینہ خائفا کخروج موسی خائفا یتکتم

شعر از- سید جعفر حلی

امام علیہ السلام نے نانا کے شہر سے نکلتے وقت حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور اس آیت کی تلاوت کی۔

"فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ، قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" سورہ قصص آیت ۲۱

یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون اور فرعونیوں کے ڈر سے مصر شہر سے نکلتے وقت اور مدین کی طرف جاتے وقت کے مورد کو بیان کرتی ہے۔

"پروردگار! مجھے ستم گروں کے گروہ سے نجات دلا"

امام حسین علیہ السلام پانچ روز کی مسلسل مسافت طے کر کے ----- اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔

"وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ، قَالَ عَسٰى رَبِّي اَنْ يَّهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيْلَ---" سورۃ قصص آیت ۲۲

جب حضرت موسیٰ علیہا السلام مدین کی طرف متوجہ ہوئے، تو آپ نے فرمایا! کہ مجھے امید ہے کہ پروردگار میری براہ راست ہدایت کرے گا،

آپ کا اپنے نانا کے شہر سے نکل کر مکہ کی سرزمین پر آنا---- آپ کا یزید اور یزیدیت کے خلاف واضح اعلان تھا، اسی لیے عرب کا ہر شخص یہ سمجھ رہا تھا کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دل بند بتول علیہ السلام کبھی بھی یزید جیسے فاسق و فاجر انسان کی بیعت نہیں کر سکتے۔ اور آپ اس کی خلافت اور بادشاہت کو کبھی بھی رسمی حیثیت نہیں دیں گے۔ اسی وجہ سے آپ کے مصمم ارادہ کو

بھانپتے ہوئے' ہزاروں آدمیوں نے آپ کو خطوط لکھے--- مکہ میں تقریباً چار ماہ کے قیام کے دوران آپ کو بارہ ہزار خطوط اسی ہزار مسلمانوں کی طرف سے وصول ہوئے- اور اس سے آپ کے ارادہ میں اور پختگی آگئی' اور آپ نے چچا کے بیٹے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا-

"امام حسین علیہ السلام کے قاصد، مسلم بن عقیلؑ"

آپ کربلا کے صحرا و بیابان میں ایک عظیم بستی بسانے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے، اور آپ نے "عاشورہ" کے ابدی و جاودانی قیام کو برپا کرنے کے لیے، اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؑ کو بلایا، مسلم بن عقیلؑ ایک شجاع و غیور انسان تھے۔ اور آپ کا نام بہادر اور شجاع لوگوں کی فہرست میں شمار ہوتا تھا۔ آپ نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں چند سال گزارے تھے۔امام مظلوم علیہ السلام آپ کی عادت و خصلت سے آگاہ تھے۔ آپ نے کبھی بھی امام علیہ السلام کے حکم سے روگردانی نہیں فرمائی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے مسلمؑ سے فرمایا:

اے مسلمؑ! تم میرے قاصد بن کر کوفہ کی طرف جاؤ، اور وہاں میرے نائب کی حیثیت سے رہو، اور یہ میرا پیغام اہل کوفہ کو پہنچاؤ! اور وہاں کے حالات سے مجھے آگاہ رکھنا، پھر آپ نے فرمایا:

"اے مسلمؑ! جب بھی میری طرف سے کوئی پیغام، پروگرام موصول ہو--- اس کو حکمت و دانائی سے بجالانا، اور میری ہدایت کا خیال رکھنا!

حضرت مسلم بن عقیلؑ نے آپ کی نیابت کو قبول کیا، اور آپ نے اطاعت امام علیہ السلام بجالاتے ہوئے وہ نامہ آپ کے دست مبارک سے لیا، اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عازم کوفہ ہوئے۔

"ارشاد مفید" اور (لہوف ابن طاوؤس) کی عبارت کے مطابق آپ کے نامہ میں کوفیوں کو یہ پیغام لکھا تھا کہ:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"حمد و ثنائے الٰہی کے بعد، اے کوفہ کے مسلمانو! تمہارے خطوط مجھے موصول ہوئے ہیں، اور تمہاری محبت اور میرے کوفہ میں آنے کے لیے، اشتیاق بڑھا، اور میں آپ کے شوق و محبت سے آگاہ ہوں، میں اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؑ کو اپنا نائب بنا کر تمہاری طرف بھیج رہا ہوں، اور یہ میری طرف سے مورد اعتماد و وثوق ہیں اور میں ان کو تمہارے احوال اور حالات معلوم کرنے کے لیے---- تمہاری طرف بھیج رہا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ ملاقات کریں گے، اور تمہارے حالات سے مجھے آگاہ کریں گے، تمہارے خطوط کے مطابق، میں تمہارے اعمال و کردار سے آگاہ ہو چکا ہوں، اور تمہاری دعوت پر تمہاری طرف آنے کو تیار ہوں، میرے آنے تک، یہ آپ کے رہنما و رہبر، اور میرے نائب ہیں کہ جو میری بیعت کرنا چاہتا ہے، ان کی بیعت کرے، تم اچھی طرح جان لو کہ! مجھے اپنی قسم، امام عادل و پیشوا وہ ہوتا ہے جو کتاب خداوند کریم پر عمل کرے، اور لوگوں کے درمیان عدالت قائم کرے، اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے ہیچ سمجھے۔"

جب سفیر امام حسین علیہ السلام (مسلم بن عقیلؑ) کوفہ پہنچے، تو آپ کا اہل کوفہ نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا، اور آپ کی بیعت کے لیے گروہ در گروہ حاضر ہوئے--- اور انہوں نے آپ کی نائب امام کی حیثیت سے بیعت کی، اور آپ کی بیعت کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی، اور پذیرائی کی۔ یہاں تک

تھوڑی ہی مدت میں اٹھارہ ہزار افراد یا بار وایت دیگر' اسی ہزار افراد نے آپ کی بیعت کی اور اہل کوفہ نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اہل کوفہ کے جذبات و احسات امام وقت تک پہنچائیں' اور آپ اہل کوفہ کے مسلمانوں کی رہبری و راہنمائی کے لیے جلدی عازم کوفہ ہوں۔

حضرت مسلم بن عقیلؑ نے اس کوتاہ مدت میں اہل کوفہ کے جذبات و احساسات کا مطالعہ کیا اور کوفیوں کے جذبہ اور امام حسین علیہ السلام سے موافقت کی بنا پر' اور اہل کوفہ کے اصرار پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ذیل کی عبارت کے ساتھ خط لکھا۔

بنام خداوند بخشندہ و مہربان

"چچا کے بیٹے! اب تک اٹھارہ ہزار افراد بیعت کر چکے ہیں' اور آپ اپنی پہلی فرصت میں کوفہ کے مسلمانوں کی رہبری و رہنمائی کے لیے تشریف لائیں' اور اس میں کسی قسم کی تاخیر نہ کریں۔"

میں حضور عالی کا شدت سے منتظر ہوں!

کوفہ کے چند لوگوں نے اپنی طرف سے چند خطوط لکھ کر حضرت مسلم بن عقیلؑ کے خط کے ساتھ منتھی کرکے عابس شاکری اور قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھوں مکہ بھیجے۔

(ہم یہاں کتاب کے عنوان کے لحاظ سے مسلم بن عقیلؑ کی کوفہ میں زندگی کو نقل نہیں کر رہے' کیونکہ وہ ہماری کتاب کے عنوان سے خارج ہے)

ہم نے اس کا تذکرہ اس لیے کیا کہ ہر قوم و ملت کی حوادث زمانہ اور مشکل وقت میں آزمائش اور امتحان ہوتا ہے۔ کہ وہ کس قدر امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اہل کوفہ اس وقت سے لے کر قیامت تک کے لیے ہر زمانہ میں بے وفائی اور عہد کے نہ نبھانے کی۔ "ضرب المثل" بن چکے ہیں۔ کہ "کوفہ کے لوگ خوش استقبال اور بے وفا ہیں" کہ بڑی جلدی آگے بڑھتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد میدان سے بھاگ جاتے ہیں اور عہد شکنی میں شہرت رکھتے ہیں۔

کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کے زمانہ میں ہی اپنی سرشت اور طبع بد کو ظاہر کر دیا تھا۔ کہ مسلم بن عقیلؑ کے کوفہ آنے سے بیعت کر لی---- اور "ابن زیاد" کی آمد کے ساتھ ہی عہد شکنی کر لی، اور بیعت کو توڑ دیا، اور سفیر امام حسین علیہ السلام کو تن تنہا چھوڑ دیا---؟ اور ابن زیاد نے مکروفریب کے ذریعے حضرت مسلمؑ کو قید کر لیا۔ اور آپ کی مظلومانہ شہادت ہوئی، اور قیام حسینی علیہ السلام کی دوسری سیڑھی کے لیے دوسرا زمینہ ہموار کر دیا۔

"امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے روانگی"

مکہ کی مقدس سرزمین امن کی جگہ ہے' اس زمین پاک پر تمام انبیاء خدا خضوع و خشوع بجالاتے رہے۔

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد اس سرزمین پر رکھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواروں کو بلند فرمایا' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدا کی اطاعت کرتے ہوئے قربانی کے لیے اپنے آپ کو اس زمین پر پیش کیا' اور آپ نے اس زمین پر اپنی خانوادگی کو تشکیل دیا-- اور زندگی کے لمحات یہاں گزارے' اور یہ جگہ تمام مسلمانان عالم کے لیے زیارت گاہ ہے' جناب سرور کائناتؐ نے اس سرزمین پر قدم رکھا' اور آپ عہدہ نبوت و رسالت پر فائز ہوئے۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی جائے ولادت بھی یہی پاک سرزمین ہے۔ ہم جتنی بھی اس پاک سرزمین کی فضیلت بیان کریں--- وہ یقیناً کم ہے---؟ کیونکہ خدا نے اس زمین کی تعریف کی' اور یہ جگہ امن و امان کی جگہ ہے۔

گفتگو طولانی نہ ہو جائے--- حضرت امام حسین علیہ السلام نے تھوڑی مدت کے قیام کے دوران' لوگوں کو بیدار کیا' ان کا شرعی وظیفہ ان کو یاد دلایا' اس دیار کے خواب غفلت میں سونے والے لوگوں کو بیدار کیا' بنوامیہ کی سرکشی اور بے دینی سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ آپ نے بنوامیہ کی اسلام دشمن پالیسی' کو بھانپ لیا۔ کہ یہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن خانہ کعبہ کی حرمت کو

خونریزی اور میدان قتل و غارت میں بدلنا چاہتے ہیں' لہٰذا آپ نے حفظ احترام خانہ خدا کے لیے حج کے بندھے ہوئے احرام کو "عمرہ" میں تبدیل کیا' اور آپ نے مکہ سے نکلنے کا قصد کیا'

قومی بہ گرد کعبہ بنا زند در طواف

نازم من آن سری کہ بود کعبہ رامطاف

قارئین کرام! آپ نے پڑھا کہ ساری دنیا فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ کی سرزمین پر آ رہی ہے اور وارث شریعت' بانی شریعت کا بیٹا احرام توڑ کر حفظ کعبہ کی حرمت کی خاطر مکہ سے جا رہا ہے۔ آپ نے احرام توڑتے وقت فرمایا کہ اے اللہ کے گھر! میرے احرام ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹ جائیں--- لیکن تیری حرمت پامال نہ ہونے پائے۔

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے کوفہ کے جانے کا قصد کیا--- تو آپ نے حاجیوں کے ایک بہت بڑے مجمعہ عام میں' خانہ خدا کے سامنے فصیح و بلیغ انداز میں خطبہ ارشاد فرمایا۔

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' اور ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے' اور اس کی مشیت و قدرت سے روگردانی نہیں کی جا سکتی' خدا کے برگزیدہ بندے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو'

"موت میرے نزدیک اس سونے کے ہار کی مانند ہے جو نوجوان لڑکیاں آرائش و زیبائش کی خاطر اپنی گردن میں حمائل کرتی ہیں' مجھے اپنے بچھڑے

ہوئے بزرگوں سے ملنے کا اس قدر اشتیاق ہے جس طرح یعقوب علیہ السلام کو دیدار یوسف علیہ السلام کا اشتیاق تھا۔ میرے لیے موت کا میدان اور جولان گاہ کو آمادہ کیا گیا ہے، میرے لیے ناگزیر ہو چکا ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ دشت کربلا میں بھیڑیئے، ہماری ہڈیوں کے جوڑوں کو اس وقت تک جدا کریں گے، جب تک ان کے بھوکے پیٹ سیر و سیراب نہیں ہو جاتے، ہمیں اس اٹل حقیقت سے مفر نہیں، رضائے الٰہی ہی تو ہم اہل بیتؑ کی رضا ہے، ہم اہل بیتؑ اللہ کی رضا پر ہمیشہ خوشنود ہیں، اور رضائے الٰہی میں ہر آنے والی مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہیں، ہمیں ذات احدیت صابروں کا اجر عطاء فرمائے"

"اے لوگو! پارہ تن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز جدا نہ ہونا، یہاں تک کہ تم اس کے ہمراہ بہشت الٰہی میں ابدی نیند سو جاؤ، خداوند متعال اپنے حبیبؐ کی چشم کو اپنی اولاد کے دیدار کے لیے کھولے گا۔ اور اپنے وعدہ کی وفا کرے گا۔ جس کسی کو بہشت بریں کی آرزو و خواہش ہے وہ اپنے خون کو ہماری مدد میں نثار کر دے۔ اور لہو سے نہایا ہوا ملاقات الٰہی کرے، میں دین اسلام کی سربلندی کے لیے رخت سفر باندھنے والا ہوں، جس کسی نے راہ خدا میں جہاد کرنا ہے وہ اپنے آپ کو آمادہ رکھے، باخدا مجھے کل صبح حرکت کرنی ہے۔ "لھوف سید بن طاووس"

امام حسین علیہ السلام کے اس خطبہ نے مکہ میں ایک شور برپا کر دیا، شہر کے

بڑے بڑے لوگ، صحابہ کرام اور آپ کے بعض رشتہ دار آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، کہ "فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اپنے اس ارادہ و تصمیم پر تجدید نظر کیجئے، اور آپ کے اس سفر پر آنے والے خطرات کو نگاہ میں لائیے۔

چونکہ ان لوگوں کا اظہار آپ سے ہمدردانہ اور عاطفی تھا، آپ نے ان لوگوں کے ظرف معرفت کے مطابق جواب دیئے، اور انہیں مقتضائے حال کے مطابق مطمئن کیا، اور وہ راضی ہو گئے۔

آٹھ ذی الحجہ "روز عرفہ" صبح کو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں اور اقرباء سے ملاقات کی، اور ان سے آپ نے صلہ رحم کیا، ان میں سے کچھ شہر سے باہر نکل آئے، اس حالت میں کہ ان اشعار کو اس مضمون کے ساتھ زمزمہ کر رہے تھے۔

خداوند متعال کا حکم اٹل ہے، اس سے مجھے ذرہ بھر مفر نہیں ہے، میں جس عزم و ارادہ سے تحفظ دین کی خاطر گھر سے نکلا ہوں---- اس پر بڑے جذبہ و جوش سے باقی ہوں۔ مرد لوگوں کے لیے یہ ننگ و عار محسوب نہیں ہوتا کہ جس ارادہ سے دشمنان اسلام کے ساتھ دین کے جہاد لیے گھر سے نکلیں---- اس پر آب و تاب سے عمل کریں۔ جب کہ تسلیم قضائے الٰہی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے، اگر آدمی اچھائی کے راستہ پر جان قربان کرے تو یہ بہتر ہے۔

میں اگر اس حال میں دنیائے فانی کو چھوڑوں تو یہ میرے لیے سعادت و

خوش بختی ہے نہ کہ ننگ و عار' اگر زندہ بچ گئے تو کبھی بھی پشیمانی نہ ہو گی۔

میرے نزدیک کوئی ذلت و رسوائی اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ میں ذلت کی زندگی بسر کروں۔"ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے"

آپ نے اس کے بعد فرمایا

"و کان امر اللہ قدراً مقدورا"

مقتل الحسینؑ' ص ۸۵

"کاروان حسینی علیہ السلام کی لشکر حر سے ملاقات"

امام حسین علیہ السلام منزل بہ منزل طے کر رہے تھے' اور اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ راستہ میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ جو ہم اس کتاب میں نقل نہیں کر رہے' اس پر ہم مفصل لکھیں گے' کاروان حسینی علیہ السلام کا عراق کی سرحد پر حر بن یزید ریاحی اور اس کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا۔

امام حسین علیہ السلام اپنے کارواں کے ساتھ' قربان گاہ عشق کی طرف شوق شہادت سے بڑھ رہے تھے' آپ "مقام شراف" پر رات کی تاریکی میں پہنچے' صبح آپ نے کارواں کو حکم دیا---- کہ اے میرے ساتھیو! پانی کے چشموں سے پانی جمع کرلو-----؟ تاکہ ہم منزل کی طرف روانہ ہوں' آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے عرض کی--- اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم عراق کے نزدیک ہیں -- اور وہاں پانی کے چشمے زیادہ ہیں---- ہمراہ پانی لے جانے کی ضرورت نہیں-----؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا!

کہ میرے آنے والے مہمانوں کو --- پانی کی ضرورت زیادہ ہو گی--- قافلہ حسینی علیہ السلام نے سخی ابن سخی کے حکم پر پانی جمع کیا--- اور ساتھ لے کر روانہ ہوئے---- ظہر کا وقت تھا کہ دور سے آتے ہوئے سوار نظر آئے۔ جب وہ آپ کے نزدیک پہنچے۔ تو وہ حر بن یزید ریاحی تھے' جو اپنے ہزاروں ساتھیوں کے ہمراہ جنگ کے لیے آ رہے تھے۔ سارے کے سارے پیاس سے مرجھائے ہوئے تھے

امام حسین علیہ السلام نے اپنے قافلہ کے جوانوں کو حکم دیا کہ ان تمام کو پانی پلاؤ ان کے گھوڑے بھی تشنہ ہیں-- ان کو بھی پانی پلاؤ- اس کے بعد امام مظلومؑ نے رخ انور حر بن یزید ریاحی کی طرف کیا' اور فرمایا:

"اے حر! تو یہاں اپنے بڑے لشکر و عسکر کے ساتھ کس لیے آیا ہے---؟ کیا ہماری مدد کے لیے آیا ہے' یا ہماری مخالفت کے لیے -----؟

حر امام علیہ السلام کے جواب میں عرض کرتے ہیں-

"اے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' ابن زیاد اور حصین بن نمیر ہزاروں کے لشکر کے ساتھ آپ کو سرراہ روکنے کے لیے "(قادسیہ)" کے تمام راستوں پر نگرانی کیے ہوئے ہے- اور قادسیہ کے اطراف و اکناف میں تمام راستوں پر ناکے لگائے بیٹھے ہے- اور آپ کے متعلق ہر آنے جانے والے سے پوچھ رہے ہے' اور مجھے انہوں نے مامور کیا ہے کہ جناب کو سرراہ روکوں-"

""قادسیہ اس زمانے میں ایران اور عراق کے درمیان سرحد تھی- اور چونکہ ایرانی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے تھے- اس لیے قادسیہ کی سڑک پر ابن زیاد نے ناکہ بندی کر رکھی تھی' کہ کوفیوں کے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلوک کی خبر ایران نہ پہنچنے پائے- اور ایرانی امام حسین علیہ السلام کی کمک کو نہ پہنچ جائیں----؟

جب امام پاکؑ نے حر کی گفتگو سنی اور آپ پر قائم کی جانے والی ماموریت سے آپ کو آگاہی ہوئی' آپ نے حر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم"

میں خود اس دیار کی طرف' اور تمہاری طرف نہیں آ رہا--- بلکہ تمہارے خطوط قاصدوں اور پیغاموں پر تمہاری رہبری کے لیے آ رہا ہوں- کیا تم نے اس سرزمین پر آنے کی مجھے دعوت نہیں دی؟ کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے---؟ کہ ہمارا رہبرو راہنما آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہے؟ اور ہماری ہدایت و راہنمائی کریں- کیا تم نے میرے ساتھ عہد و میثاق نہیں باندھا تھا--؟ میں تو تمہاری دعوت پر تمہاری رہنمائی کے لیے آ رہا ہوں-- اور مقام (شراف) پر پہنچ چکا ہوں- اگر تم اپنے لکھے ہوئے خطوط اور بھیجے ہوئے قاصدوں کے پیغام پر پشیمان ہو---- تو کیا میں واپس چلا جاؤں----؟ اور زندگی کے باقی ایام نانا کی قبر پر گزار دوں؟

آپ کی علمی' ادبی' اخلاقی اور فلسفی گفتگو کا حر اور اس کے ساتھی جواب نہ دے سکے--- بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار لی- اور اس وقت ظہر کی نماز اور اذان کا وقت ہو چکا تھا-

وارث شریعت حر کی طرف رخ کرکے فرماتے ہیں:

اگر تو چاہتا ہے! تو اپنے قافلہ والوں کے ساتھ نماز ادا کر--- اور میں اپنی اللہ والی جماعت کے ساتھ نماز ادا کروں گا----؟

حر شرمندگی و خجالت کی حالت میں عرض کرتا ہے-

"کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ جیسے امام ابن امام کے ہوتے ہوئے یہ جسارت نہیں کر سکتا---؟ بلکہ ہم آپ کی اقتداء میں نماز

پڑھیں گے؟

اسی وقت امام علیہ السلام نے حجاج بن مسروق سے فرمایا کہ اذان دو

امام علیہ السلام نے لباس کو نماز کی خاطر تبدیل کیا--- اور آپ نے خضوع و خشوع کے ساتھ امامت کی- اور آپ نے حر اور اس سپاس کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! "اگر تم میں خوف خدا ہے' اور تقویٰ الٰہی پایا جاتا ہے' تو پھر غور سے حق کو پہچانو! تاکہ تم خوشنودی خدا کو حاصل کر سکو' ہم خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہاری رہبری و ولایت کے لیے سزاوار ہیں ---- کہ تم پر حکومت کریں' اور یاد رکھو! خاندان عصمت کے علاوہ تمہاری ہدایت کا فریضہ کوئی سرانجام نہیں دے سکتا۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں اگر تم پشیمان ہو تو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں---؟

امام علیہ السلام نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ وہ خطوط کا ڈبہ لے کر آئے--- جو اہل کوفہ نے مجھے آنے کے لیے لکھے ہیں-

خطوط کو حر اور اس کے لشکر کے سامنے رکھا گیا---- حر نے جب ان خطوط کے ڈھیر کو دیکھا تو کہا کہ میں ان میں نہیں ہوں-- جنہوں نے آپ کو خط لکھے ہیں- ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ جہاں اور جس مقام پر آپ کے ساتھ مڈ بھیڑ ہو--- آپ کو گرفتار کر کے کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے لے جاؤں-

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ الْمَوْتُ اَدْنٰی اِلَیْکَ مِنْ ذَالِکَ

تیری ماں تیرے غم میں روئے' اس کار سے موت تیرے زیادہ نزدیک ہے۔

حر عرض کرتا ہے--- کہ اگر آپ کے علاوہ میری ماں کا نام اس مجمعہ عام میں لیتا--- تو میں بھی اس کی ماں کا اسی طرح نام لیتا--- لیکن کیا کروں آپ کی ماں صدیقہ کبریٰ ہیں جن کو نیکی کے لیے ہی یاد کیا جا سکتا ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب

جب شافع محشر نے اپنی (معصومہ بتولؑ) ماں کا نام سنا---- تو فرط محبت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے - اور آپ نے رخ انور حر کی طرف کیا اور فرمایا اے حر تو مجھ سے کیا چاہتا ہے------؟

حر کہتا ہے۔ مجھے آپ کے قتل کرنے کے لیے مامور نہیں کیا گیا---- کہ میں آپ سے جنگ کروں' بہتر ہے کہ آپ کوئی ایسا راستہ اپنائیں' جو نہ کوفہ کو جاتا ہو اور نہ ہی مدینہ کو میں ابن زیاد کو لکھوں گا---- کہ شاید میری ماموریت معاف کر دے!

امامؑ نے حر کے اس نظریہ و فکر کے ساتھ موافقت کی --- کہ آپ نے عذیب اور قادسیہ کے درمیان والے راستے پر اپنے ساتھیوں کو چلنے کو کہا۔ حسینیؑ قافلہ نے سفر کرنا شروع کیا---- تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ حر نے آپ کا پیچھا کیا اس وقت قافلہ حسینیؑ کوفہ کے ایک منطقہ نینوا میں پہنچ چکا تھا۔ ابن زیاد کے

کے قاصد نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ "قافلہ حسینی علیہ السلام" کو سختی سے روکو' اب کاروان حسینی علیہ السلام اپنی آخری خواب گاہ اور منزل مقصود "کربلا" تک پہنچ چکا تھا۔

امام علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس سرزمین پر اتر آؤ --- اور یہاں خیمہ کو نصب کرو---- اس سرزمین پر ہمیں شہید کیا جائے گا---- اور یہی ہماری آخری منزل ہے۔

"امام حسین علیہ السلام کا ورود کربلا"

مورخین نے لکھا ہے کہ قافلہ حسینیؑ دو محرم کو کربلا کی سرزمین پر پہنچا' امام حسین علیہ السلام نے "زہیر ابن قین" سے پوچھا کہ "ما اسم هذه الارض"؟-اس زمین کا نام کیا ہے-؟

زہیر عرض کرتے ہیں کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمین کو کربلا کہتے ہیں-

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنَ الۡكَرۡبِ وَالۡبَلَاءِ"-

گر نام این زمین یقین کربلا بود — اینجا نصیب ماہمہ کرب و بلا بود
این جا بود کہ تیغ برآل نبی کشند — این جا بود کہ ماتم آل عبا بود
کار مخدرات من اینجاتبہ شود — پشت مبارزان من اینجا دوتا شود
ریزند در مصیبت من اشک خویش — ہر مرغ و ماہی کہ در آب و ہوا بود

آپ نے فرمایا:

"انزلوا هيهنا محط رجالنا و مسفك دمائنا هيهنا محل قبورنا بهذا حدثنی جدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

"کہ اے قافلہ والو اتر آؤ' یہ ہماری امتحان کی جگہ' یہ ہمارے خیموں کی جگہ' اس مقام پر ہمارا خون راہ حق میں بہے گا' اور یہاں ہماری قبریں بنیں گی

اس کی خبر میرے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دی تھی"

حسینیؑ لشکر سالار کے حکم پر اترا' اور خیموں کو نصب کرنا شروع کر دیا- اور حر بن یزید ریاحی' ابن زیاد کے حکم کا منتظر تھا-

دوسرے روز عمر ابن سعد چار ہزار کے لشکر کے ساتھ زمین کربلا پر وارد ہوا' اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کیا- اور اس نے یزیدی فوجیوں کو حکم دیا کہ خیموں کو حسین علیہ السلام کے خیموں سے بلند جگہوں پر نصب کرے- تاکہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں پر دہشت چھا جائے- اور وہ مرعوب ہو جائیں-

علامہ مجلسیؒ مرحوم لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کے کربلا میں آنے کی خبر ہوئی--- تو اس نے اس مضمون کے ساتھ آپ کو خط لکھا:

اے حسین ابن علی علیہ السلام جب سے آپ کے کربلا میں آنے کی خبر سنی ہے! یزید نے مجھے خط لکھا ہے کہ وہ اس وقت تک کھانا نہیں کھائے گا--- پانی نہیں پیئے گا--- اور راحت سے نہیں سوئے گا-- جب تک آپ کو گرفتار کر کے س کے سامنے پیش نہ کیا جائے؟

یا آپ کو شہید کر کے آپ کے سروں کو اس کے دربار میں نہ پہنچایا جائے-

امام علیہ السلام نے جب اس کے نامہ کو پڑھا تو آپ نے فرمایا:

"لا افلح قوم اشترو امر ضاۃ المخلوق بسخط الخالق"-

وہ قوم کبھی بھی کامیاب و کامران نہیں ہو سکتی! کہ جو مخلوق کو راضی کرنے

کے لیے خدا کو ناراض کر لے۔

پیغام رساں کہتا ہے: ابن زیاد کے پیغام کا جواب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

اس کے نامہ کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور اس کا جواب دردناک عذاب الٰہی ہے کہ جس کو اس نے سختی سے حاصل کیا ہے۔

ابن سعد نے کربلا کے منطقہ میں وارد ہوتے ہوئے مختلف حیلوں اور بہانوں سے اپنے قاصد حسین علیہ السلام کی طرف بھیجے' کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائے ہیں اور یہاں آپ کے آنے کا ارادہ کیا ہے --؟

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

میں اہل کوفہ (جو تیرے ہم دیار ہیں) کی دعوت پر یہاں آیا ہوں' جو انہوں نے میری طرف ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے' کہ آپ ہماری رہبری و رہنمائی کے لیے یہاں ضرور آئیں اگر اب تم میرے آنے کو پسند نہیں کرتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

جب امام حسین علیہ السلام کا جواب ابن سعد کو ملا تو اس نے ابن زیاد کو لکھا کہ میں نے حسین علیہ السلام کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور ان کے ساتھ مذاکرہ کیا ہے اور شاید وہ واپس جانے کو راضی ہو جائیں۔ یہ نامہ لکھ کر اس نے

ابن زیاد کی طرف بھیجا- جب اس نامہ کو ابن زیاد نے پڑھا' اس نے خوشی اور غرور سے یہ کہا کہ-

الان اذ علقت مخالبنا به　　　یرجو النجات حین مناص

اب حسین علیہ السلام ہمارے چنگل میں آ چکے ہیں- اور تو نے ان کا محاصرہ کرلیا ہے- اب وہ رہائی و نجات کی ہم سے امید کرتے ہیں- اب ہمارے پاس ان کے لیے کسی قسم کی نجات اور پناہ نہیں ہے-

بعد میں اس نے اس مضمون پر مشتمل نامہ عمر ابن سعد کی طرف بھیجا-

جب میرا یہ خط تجھے پہنچے تو اسی وقت فرات کا پانی حسین علیہ السلام اور آپ کے جانثاروں کے لیے بند کر دینا' اور حسین علیہ السلام کو بہت زیادہ تنگ کرنا یہاں تک کہ ایک قطرہ پانی کا حسین ابن علی علیہ السلام کے خیموں میں نہ جانے پائے' اور فرات کے کناروں پر ایک مستقل پہرہ کا انتظام کرنا' حسین علیہ السلام کے ساتھ کسی قسم کا نرم برتاؤ نہیں ہونا چاہیے- اور حسین بن علی علیہ السلام کا جلدی کام تمام کرنا' اور میں تینتیس ہزار سپاہ کو مختلف سرداروں کی سربراہی میں بھیج رہا ہوں تاکہ تم سب حسین بن علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ و مقابلہ کرو' اور ان کے ساتھ کافی وعدے کئے گئے ہیں' اور ان میں سے اکثروں کا ہدف و مقصد مال جمع کرنا ہے' اور مال غنیمت کے لیے نہیں آ رہے- یہ لوگ شکم پرست ہیں- یہ لالچی' بے رحم اور کم عقل لوگ ہیں- قتل و غارت کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے-امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں-

یہ جو لوگ یزیدی فوج میں تھے' اور یزید کے گرد جمع ہوئے تھے- ان کے ساتھ مال دنیا اور حکومتی عہدوں کا وعدہ کیا گیا تھا- اور اس لیے ان بدبختوں نے کربلا میں آنا چاہا' اور کربلا کے محاذ پر قتل ہو گئے' خسران دنیا و آخرت لے کر واصل جہنم ہو گئے-

بعض مورخین نے سنگ دل یزیدی فوجیوں کی تعداد اسی ہزار لکھی ہے-

عمر ابن سعد نے تھوڑی مدت میں امام حسین علیہ السلام سے کئی مرتبہ ملاقات کی اور اس کے ذہن میں تھا کہ شاید حسین بن علی علیہ السلام مصالحت کر لیں- اور یزیدی مشن کی تصدیق کر دیں- لیکن امام علیہ السلام نے ہر مرتبہ ایک ہی جواب دیا-

"کہ اہل کوفہ نے مجھے دعوت دی ہے' اور میں ان کی دعوت پر یہاں آیا ہوں- اگر وہ لوگ پشیمان ہیں اور میرے آنے کو پسند نہیں کرتے--- تو میں واپس چلا جاتا ہوں-"

ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے آخری مذاکرے کی رپورٹ ابن زیاد کو لکھی' کہ حسین علیہ السلام حجاز واپس جانے کو تیار ہیں- یا کسی دوسری جگہ پر جانے کو تیار ہیں- میں بھی اسی بات میں مصلحت سمجھتا ہوں' اور تو بھی اسی پر راضی ہو جا- اور خونریزی سے اجتناب کر' شاید یہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے- جب یہ آخری خط عبید اللہ ابن زیاد کے پاس پہنچا' تو وہ آگ بگولہ ہو گیا- اور غیض و غضب کی حالت میں اس طرح نامہ لکھتا ہے-

"اے پسر سعد! میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تو حسین بن علی علیہ السلام کے لیے نرمی اختیار کر' اور ان سے جنگ سے اجتناب کر کے صلح کر--؟ میں نے تجھے ان کی بقاء و سلامتی کے لیے نہیں بھیجا- اور میں نہیں چاہتا کہ تو ان کے گناہ کے لئے عذر خواہی کر' اور تو ان کی میرے سامنے سفارش کرے- پریشان مت ہو- جو میں تجھ سے کہوں اس پر عمل کر- اگر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب میرے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں ------ تو انہیں با سلامت جلدی سے میری طرف بھیج- اگر وہ انکار کریں تو ان کا لشکر سمیت احاطہ کر' ان سے اس قدر جنگ لڑ کہ وہ قتل ہو جائیں- اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے (مثلہ) کر- کیوں کہ یہ تمام کے تمام اسی سزا کے مستحق ہیں- جونہی حسین علیہ السلام قتل ہو جائیں فوراً ان کے سینے اور پشت پر گھوڑے دوڑانا' یہ سرکش اور ستم کار ہیں- میں سمجھتا ہوں کہ گھوڑوں کے سموں سے مردوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے-؟ چونکہ ان کی زبان ختم ہو چکی ہو گی- ان کو قتل کر کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کے راستوں کو پامال کیا جائے- جو کچھ میں نے تمہیں حکم دیا اگر تو نے اس پر اس طرح عمل کیا تو میں تجھے انعام سے نوازوں گا- اور اگر تو نے میرے حکم پر عمل نہ کیا؟ ------ تو مجھ "حسین دونوں فوجوں کو موقعہ فراہم کر رہے ہیں-"

تو پھر تجھے لشکر کی سربراہی سے معزول کیا جائے گا- اور شمر کو امیر مقرر کر دوں گا' اور اسے یہ مقام عطاء کر دوں گا- والسلام

یہ نامہ شمر کی تحریک پر لکھا گیا تھا' اور شمر خود اس نامہ کو لے کر کربلا آیا تھا- اور اس نے اس نامہ کو ابن سعد کے ہاتھ دیا' جب ابن سعد نے اس نامہ کے مضمون کو پڑھا- تو وہ اس کے ارادوں کو بھانپ گیا' اس نے شمر کو کہا "مالک ویلک" ہلاکت ہو تجھ پر -- میرے لیے تو کیا چیز لایا ہے؟ یعنی یہ نامہ کس طرح کا ہوتا ہے' خداوند تجھے ذلیل و رسواء کرے' اور تو سکھ و آرام کی زندگی بسر نہ کرے میں سمجھتا ہوں کہ ابن زیاد کے سامنے میری رائے و سفارش کے سامنے تو آڑے آیا ہے' اور تو نے ابن زیاد کو جوش دلا کر یہ نامہ لکھوایا ہے' اور تو نے یہ نامہ لکھوایا ہے کہ میں حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کروں' خدا کی قسم' کسی میں جرات نہیں ہے کہ وہ حسین علیہ السلام سے یزید کی بیعت لے لے' اور سر تسلیم خم کروا لے- وہ اپنے باپ کو مانند ایک بزرگ انسان ہے- وہ اپنے باپ علی المرتضیٰؑ کے منصب پر فائز ہے' کسی کوئی بھی شخص ایسی اس ذلت پر آمادہ نہیں کر سکتا-

شمر نے کہا' اب کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم امیر کے حکم کو جاری کرتے ہوئے حسین علیہ السلام سے جنگ کرو گے- اور ان کو قتل کرو گے یا لشکر کی سربراہی میرے سپرد کرو گے؟

چونکہ عمر بن سعد خاندانی' عوامی شخص اور دوسری جہات سے شمر پر برتری رکھتا تھا' وہ غرور میں آکر کہنے لگا' میں ابن زیاد کے حکم کو خود جاری کروں گا- اور تو پیادہ فوج کی سربراہی کر' اور میرے ماتحت اور حکم کے مطابق حملے کر

''نو محرم الحرام کی عصر''

۹ محرم الحرام کی عصر کو شمر بن ذوالجوشن حسینی خیموں میں آیا اور بلند آواز سے کہتا ہے کہ!

''اَیْنَ بَنُو اخْتُنَا اَیْنَ الْعَبَّاس وَاِخْوَتہِ''

میری بہن کا بیٹا عباس اور اس کے بھائی ''عثمان''، ''جعفر'' اور ''عبداللہ'' کہاں ہو؟ حضرت عباس علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کی ماں قبیلہ بنی کلاب سے تھیں اور شمر اس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور عرب میں رواج تھا کہ وہ ''خواہر زادہ'' کر کے پکارتے تھے۔

جب حضرت ابو الفضل العباسؑ نے شمر کی آواز سنی ----- تو آپ نے اس ملعون کی آواز کا جواب دینا پسند نہیں فرمایا ---- لیکن امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی طرف رخ کیا اور ارشاد فرمایا کہ شمر اگرچہ فاسق وفاجر ہے ----- لیکن دیکھو کیا کہتا ہے ---؟ اور اس کی آواز کا جواب دو۔

ابوالفضل العباسؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ شمر کے پاس گئے' اور آپ نے فرمایا' کیا چاہتا ہے۔ شمر نے کہا' میں نے قبیلہ کی حمایت اور محبت میں ابن زیاد سے آپ کی ''امان'' حاصل کر لی ہے تمہیں پتہ ہو گا حسین علیہ السلام نے شہید ہو جانا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم بھی نہ مارے جانا! تم میری بات مانو تو تم ابن سعد کے لشکر کی طرف آجاؤ ------ اور کوئی عظیم عہدہ حاصل کر لو۔ یہ کام تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ ....!!

جب معدن غیرت اور دریائے حمیت، قمر بنی ہاشمؑ نے شمر کے مشورہ کو سنا تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"لعنك الله ولعن امانك اتومننا وابن رسول الله لا امان له وتامرنا ان ندخل فی طاعة اللعناء واولاد اللعناء حاشا و کلا-

تجھ پر اور تیرے امان نامے پر لعنت ہو- اے دشمن خدا، کیا تو مجھے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میرے مولا و آقا اور میرے بھائی (حسین علیہ السلام بن فاطمہ علیہ السلام) کی اطاعت سے پھیر کے ملعون ابن ملعون کی اطاعت کا مشورہ دیتا ہے- مجھے امان دیتے ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اور یہ کام تو میری خاندانی غیرت و حمیت کے ہی خلاف ہے- میں اس کو قبول نہیں کر سکتا، دوڑ جا اے معلون پلید کہ تو نے مجھے حسین علیہ السلام کے سامنے شرمندہ کیا ہے!

پس شمر نے جب قمر بنی ہاشمؑ کے دلیرانہ اور غیرت مندانہ جملوں کو سنا---- تو وہ عمر ابن سعد کی طرف گیا----- اور اسے ساری روداد سنائی-

اہل حق جانتے ہیں کہ شمر اور ابن زیاد کا امان نامہ حضرت عباس علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کو "ام البنین" کے فرزند ہونے کے ناطے سے نہیں دیا جا رہا تھا، آپ کو کسی محبت اور رحم کی وجہ سے امان نہیں دی جا رہی تھی- بلکہ حضرت ابو الفضل العباسؑ اور آپ کے بھائیوں کی جلالت و رعب کے ڈر کی وجہ سے، ان ملعونوں کی پالیسی یہ تھی کہ قمر بنی ہاشمؑ اور آپ کے بھائیوں کو حسین

علیہ السلام سے جدا کر لیا جائے تاکہ حسین بن علی علیہ السلام بے یارو مددگار تنہا رہ جائیں، شاید حضرت اس کو مان جائیں لیکن ان کم عقل اور کم ظرف لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ قمر بنی ہاشمؑ بزور بازو حسین علیہ السلام یہ کام کیسے انجام دے سکتے تھے۔ آپ کیسے کر سکتے تھے کہ کربلا کے جنگل و بیاباں میں بھیڑیوں کے نرغے میں زہراءؑ کے لال کو تن تنہا چھوڑ دیں۔ حضرت ابوالفضل العباسؑ نے سختی سے شمر کو جواب دیا، اور وہ خجالت سے واپس پلٹا۔

جب ابن سعد نے "ام البنین" کے فرزندوں کا جواب سنا، تو اس نے حسین بن علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا، اور اس نے حکم دیا کہ تمام لشکر ایک جگہ جمع ہو جائے، اس نے اپنی عسکری طاقت کا مظاہرہ کیا۔ اور ایک پہاڑ کے اوپر چڑھ کر اس نے ایک تقریر کی اور کہا:

"یَا خَیْلَ اللّٰهِ اِرْکَبِی وَبِالْجَنَّةِ ابشری !!!"

" اے لشکریان خدا تم سوار ہو جاؤ اور تمہیں میں جنت کی بشارت دیتا ہوں !!!۔

قارئین کرام! آپ نے اس مرد پلید ابن سعد کی شیطانی چالوں اور حربوں کا مشاہدہ بخوبی کر لیا ہو گا۔...... کہ کس طرح اس نے چالاکی اور کمینگی کا اظہار کیا ہے؟ اور کس طرح فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے لشکر کو فریب دے رہا ہے؟ اور کس طرح اپنے آپ کو (خلیل اللہ) یعنی لشکریان خدا سے تعبیر کرتا ہے۔ اور "بہشت کے سردار اور مالک" کو شہید کرنے میں

جنت کی بشارت دے رہا ہے؟ اف خدایا؟

اس کے بعد پسر سعد خیمہ ہائے حسینی علیہ السلام کی طرف آتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگو! میرے امیر کو اس بات کی گواہی دینا کہ سب سے پہلے میں نے خیمہ ہائے حسینی علیہ السلام کی طرف تیر پھینکا ہے۔ اسی وقت آنا فانا یزیدی لشکر نے حسینی خیموں کی طرف حرکت کرنا شروع کر دی۔ اور وہ چاہتے تھے کہ ایک ہی لحظہ میں خیموں پر حملہ کرکے حسین علیہ السلام اور آپ کے یاران جانثار کا کام تمام کردیا جائے۔

امام حسین علیہ السلام خیموں کے سامنے اپنے سر مبارک کو دونوں زانوؤں میں رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شمشیر آپ کے سامنے تھی۔ کہ اسی اثنا میں مسافرہ شام جناب زینب علیہا السلام حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کے ہمراہ آپ کے حضور تشریف لاتی ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں:

اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جگر گوشہ بتول، میرے ماں جائے، سامنے دیکھو --- یزیدی سپاہ ہمارے خیموں کی طرف بڑھ رہی ہے---- آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ کہ آج علی علیہ السلام کا بیٹا کربلا کے میدان کو خیبر و حنین بنا دے؟ آپ کیا فرماتے ہیں کہ ہم اس کو بجالائیں ----؟

حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام سر کو زانوؤں سے بلند کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ابھی میں نے خواب میں اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ تو میرے دین کی سربلندی کے لیے کربلا

میں آیا ہے۔ آپ نے اپنے بھائی اور قوت بازو حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کو فرمایا ----- کہ عباس (علیہ السلام) ابن سعد کے لشکر میں جاؤ ---- اور ان سے پوچھو کہ تمہاری یہ حرکت و غوغا کیسا ہے؟ تمہارا ہدف و مقصد کیا ہے؟ تم کس لیے ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ شجاعت کے پیکر حضرت عباس علیہ السلام اپنے بیس با سوار ساتھیوں (حبیب ابن مظاہر و زہیر بن قین) کے ہمراہ ابن سعد کے پاس جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے پسر سعد تمہاری اس حرکت و غوغا سے مراد کیا ہے؟ تم کیا چاہتے ہو' ہم پر حملہ کس لیے کرنا چاہتے ہو---؟

اس کم ظرف اور بے ادب انسان نے کہا کہ: ہمیں اپنے امیر کا حکم موصول ہوا ہے کہ یا حسین علیہ السلام سے یزید کی بیعت لے لو یا ان سے جنگ کرو' اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کر دو' قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباس علیہ السلام نے اس کی طرف رخ کر کے فرمایا: ہمارے آقا و مولا حسین ابن علیؑ ہیں تم عجلت اور جلدی مت کرو' میں حسین علیہ السلام کی خدمت میں جاتا ہوں۔ اور تمہارے مقصود سے ان کو آگاہ کرتا ہوں۔ اور اپنے مولا و آقا کا حکم اور پیغام تمہیں پہنچا دوں گا۔ انہوں نے توقف اختیار کیا۔ آپ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں' اور یزیدی کمانڈر سے ہونے والی گفتگو آپ سے بیان کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بھائی عباس یزیدیوں کو کہو کہ آج کی رات مہلت دے دو ----- تاکہ میں آج کی رات اپنے پروردگار کے سامنے عبادت و دعا و استغفار اور نماز کو ادا کر سکوں۔ اور میرا پروردگار جانتا ہے کہ میں

قرآن کی تلاوت نماز کی ادائیگی اور کثرت دعا و استغفار کو کتنا اور کس قدر دوست رکھتا ہوں۔

خوشا نماز و نیاز کسی کہ از سردرد   باب دیدہ و خون جگر طہارت کرد

قمر بنی ہاشم لشکر بنو امیہ کے سامنے جاتے ہیں-- اور امام حسین علیہ السلام کا آج کی رات کی مہلت کا فرماتے ہیں'

عمر ابن سعد اس سلسلہ میں مردد و پریشان ہوا کہ آیا مہلت دی جائے یا نہ دی جائے' اور کوئی قطعی اور حتمی فیصلہ نہ کرپا رہا تھا' کہ شاید شمر یہ رپورٹ ابن زیاد کو نہ پہنچا دے تو وہ اس پر غضبناک ہو گا۔ اس نے شمر سے پوچھا کہ تیرا کیا خیال ہے؟ تیرا کیا مشورہ ہے کہ آج کی رات حسین علیہ السلام اور آپ کے لشکر کو مہلت دی جائے----؟ شمر جواب میں کہتا ہے کہ حاکم تو ہے --- اپنی مرضی کر-----؟

اس گفتگو کے دوران ایک شخص "عمرو بن حجاج زبیدی" نامی مداخلت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وائے ہو تم پر اگر لشکر ترک و دیلم ہوتا اور ہم سے مہلت مانگتا---- ہم ہر حال میں ان کو مہلت دیتے' یہ تو خاندان عصمت و طہارت تم سے مہلت مانگ رہا ہے۔

محمد بن اشعث ان سے کہتا ہے' کہ خاندان رسولؐ کو آج کی رات مہلت دو' پسر سعد اپنے قاصد کو حضرت ابوالفضل العباسؑ کی طرف بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ آج کی رات ہم آپ کو مہلت دیتے ہیں۔ اگر آپ نے کل صبح یزید کی

بیعت کرلی تو آپ کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے گا' وگرنہ آپ کو ساتھیوں کے ہمراہ شہید کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر لوٹ آئے اور مورخین نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ:

اس مہلت سے ہر دو طرف ہدف تھا' ایک آپ اپنے تمام ساتھیوں اور جانبازوں کو مہلت دینا چاہتے تھے' اور یزیدی سپاہیوں کو سوچنے کا موقع فراہم کرنا چاہتے تھے کہ کیوں اور کس لیے اور کس کو قتل کر رہے ہیں؟ اسی لیے عاشور کی ظہر کو حر بن یزید ریاحی نے اپنی آخرت کو بچا لیا' اور خیام حسینی علیہ السلام میں عین وقت پر آگیا' اور اس کی شہادت کے بغیر کاروان شہادت حسینی علیہ السلام مکمل نہیں ہوتا تھا۔ اور دوسرا مولا اس رات خدا کی عبادت کو بجا لائے' اور اپنے ساتھیوں پر اتمام حجت کیا--- کہ کوئی کسی اشتباہ کا شکار نہ ہو---- کل ہمیں راہ خدا میں شہید ہونا ہے' کسی نے جانا ہو تو رات کی تاریکی میں جا سکتا ہے-- میں تم پر راضی ہوں۔ یعنی امام علیہ السلام نے ان پر اتمام حجت کی اور پسر سعد نے اس لیے مہلت دی کہ شاید حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام اپنے اس قیام سے منحرف ہو جائیں--- اور یزید کی بیعت کرلیں' تاکہ اس کا ہاتھ فرزند رسولؐ کے خون میں آلودہ نہ ہو۔ تاکہ اس کی دنیا میں عزت رہ جائے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے بعض اصحاب آپ کو چھوڑ دیں' اور آپ کی صولت میں کمزوری آ جائے۔ تو شاید آپ بیعت کرلیں' تاکہ معاملہ قتل و غارت تک نہ پہنچے۔ اس شب

کی مہلت میں ہر دو طرف سے ایک امیدواری کی کرن تھی۔

مہلت گرفت آن شب از آن قوم بی حجاب

پس شد به برج سعد درخشندہ آفتاب

سورج کی روشنی ملک عراق کے پہاڑوں میں گم ہونے لگی۔ اور رات کی تاریکی ہر سو چھانے لگی۔۔۔ کسی کو کیا معلوم کہ تقدیر نے کس کے ساتھ کیا کرنا ہے اور کل کیا ہونا ہے؟ لیکن ہر صورت میں شب تھی۔

"شب عاشور ۶۱ ہجری"

اندر آن شب کہ شب عاشور بود ماہ تا ماہی سراسر شور بود

عاشور کی شب ایک عجیب شب تھی' اس شب کو شب مقایسہ یا شب مسابقہ کہا جا سکتا ہے' اس عاشور کی شب اصحاب حسین علیہ السلام میں شہادت کی ایک عجیب تڑپ تھی' ہر آدمی روز عاشور شہید ہونے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا' لہٰذا اس حوالے سے اس شب کو شب مسابقہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ کس طرح اصحاب حسین علیہ السلام میں شہادت کا جذبہ مچل رہا تھا۔ اور اپنا نام وفا کی تحریر میں لکھوانے کے لیے بیتاب تھے----

عاشقان حسین علیہ السلام میں کس قدر شجاعت و شہامت اور جذبہ ایمان و عمل تھا کہ ہر حسینیؑ روز عاشور طلوع کے آفتاب کا بے چینی و بے قراری سے منتظر تھا اور دل میں شوق تمنائے شہادت رکھتا تھا--؟ اور رہبر انقلاب کربلائے معلیٰ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کے "دستور العمل شہادت" پر کس قدر مچل رہا تھا--- کہ کل صبح سب سے پہلے "عظمت اسلام" کی سربلندی کے لیے اور "قیام حسینی علیہ السلام" کی کامرانی کے لیے ------- اس بیابان کربلا کی زمین میرے خون سے رنگین ہو' اپنے اور بہشت کے درمیانی فاصلہ کو جلدی سے عبور کرنا چاہتے تھے' اور عشق حسینی علیہ السلام میں جان کا نذرانہ' راہ حق کے لیے پیش کرنے میں کس قدر مقایسہ کر رہے تھے؟ اور اس رات کو مقایسہ کی رات اس لیے کہا جا سکتا ہے--- کہ ہر کوئی "تمنائے شہادت" میں ایک دوسرے

سے بازی لے جانا چاہتا تھا' اگر ہم تاریخ کے زریں اوراق کو الٹیں تو ہمیں بڑے بڑے شجاع اور بہادر تاریخ کے صفحات کا جھومر بنے ہوئے نظر آئیں گے---- لیکن اصحاب حسین علیہ السلام نے ایک ایسی باکمال اور اطمینان قلب سے جنگ لڑی--- کہ ایسے عظیم اور مجاہد سپاہی تاریخ میں اور کہیں نظر نہیں آتے؟

اور یہ امام مظلومؑ کے باوفا ساتھیوں کی صداقت و فضیلت اور شوق شہادت کے مقایسہ کا پتہ دیتا ہے' اور امام حسین علیہ السلام نے بڑے فخریہ انداز میں اپنے اصحاب باوفا کی توصیف کی ہے----

"کہ میں نے اپنے اصحاب سے بڑھ کر کسی کے اصحاب کو باوفا نہیں پایا"

بیمار کربلا حضرت امام سجادؑ سے نقل ہے کہ آپ فرماتے ہیں! کہ میں شب عاشور سخت بیمار تھا' لیکن میں نے بیماری کی حالت میں سنا کہ میرے بابا نے اپنے اصحاب کو جمع کیا' اور آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ۔

"حمد و ثنا اس ذات کی ہے جس سے بڑھ کر حمد کے لائق کوئی نہیں ہے' اور میں ہر سختی و نرمی میں خدا کا شکر بجالاتا ہوں' اے میرے خدایا' میں تیری جتنی بھی حمد بجالاؤں وہ کم ہے---- اس لیے کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت و رسالت کا مرکز بنایا' اور قرآن مقدس کی تعلیم ارشاد فرمائی' اور دین کے احکام سے ہمیں آگاہ کیا' تو نے ہمیں سننے کے لیے کان' دیکھنے کے لیے چشم اور دانا دل عطا کیا' اور میں تیری ہزارہا نعمتوں کا شکر گزار ہوں"

پھر آپ نے فرمایا:

"میں نے اپنے اصحاب سے بڑھ کر کسی کے اصحاب کو باوفا نہیں پایا"؟ اور اپنے اہل بیت سے بڑھ کر کسی کے اہل بیت علیہم السلام کو باوفا نہیں پایا؟ اے خدایا میرے اصحاب کو اس کار خیر اور نیکی کی جزا دے۔ اے میرے اصحاب باوفا' مجھے یقین محکم ہو چکا ہے کہ یزیدی میرے قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور مجھے شہید کرنا چاہتے ہیں۔ اے میرے باوفا ساتھیو! میں تم پر اپنی بیعت اٹھاتا ہوں' اور تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ اس رات کے اندھیرے میں جہاں جانا چاہتے ہو---- چلے جاؤ۔ جو راہوار آمادہ ہیں--- جو جانا چاہتا ہے --- وہ بخوشی جا سکتا ہے۔ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ اور ان کو مجھ سے واسطہ ہے' تمہارے ساتھ ان کا کوئی سروکار نہیں' میرے علاوہ کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتے-------

گفت ای گروہ ہر کہ ندارد ہوای ما سرگیرد و برون رود از کربلای ما

جب امام علیہ السلام کی گفتگو یہاں پہنچی' تو قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباس علیہ السلام اپنے بھائیوں کی طرف گریہ کی حالت میں رخ (اپنے بھائیوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے) کرکے عرض کرتے ہیں:

"ولم نفعل ذالك لنعيش بعدك لا ارانا الله ذالك ابدا"

پروردگار وہ دن نہ لائے کہ ہم اپنے آقا و مولا کے بغیر زندگی بسر کریں' جب کہ ہمارے آقا اس دنیا سے راہ خدا میں جان دے دیں' اور ہم زندہ رہیں---- ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا------؟

دوسرے اصحاب بھی قمر بنی ہاشمؑ کی گفتار کی مطابقت کرتے ہوئے عرض

کرتے ہیں۔ اے فرزند رسولؑ ہم آپ کو کبھی بھی کربلا کے لق و دق صحراء میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے! اب امام مظلوم علیہ السلام نے اولاد عقیل علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور فرمایا---- اے چچا عقیل کی اولاد (آپ کے چچا زاد بھائی اور حضرت مسلم کے بھائی) تمہارے لیے مسلم کی شہادت کافی ہے' میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ .... کسی جگہ پر ٹھکانہ لگالو اور میری شہادت کے بعد مجھ پر عزاداری کرنا ------- اور میرے غم کو لوگوں تک پہنچانا --------

اولاد عقیل میں سے ایک ایک اٹھا' اور کہنے لگا سبحان اللہ ہم آپ کو تن تنہا چھوڑ کر چلے جائیں .... ہمیں زمانہ کیا کہے گا؟ اور ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟۔ کیا ہم یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے رہبر و رہنما' خانوادہ کے بزرگ' امامؑ بن امامؑ' معصومؑ بن معصوم فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' دل بند علی وبتول علیہ السلام کو دشمنوں کی ننگی تلواروں میں اکیلا چھوڑ دیا ہے؟۔ نہیں خدا کی قسم ہم آپ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے .... جب تک جان و مال اور اہل و عیال آپ پر قربان نہ کر دیں .... اور آپ کے ہم راہ دشمنان اسلام و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ نہ کریں .... اور ان کی بے رحم تلواروں سے شہید نہ ہو جائیں۔

اسی اثنا میں مسلم بن عوسجہ اٹھتے ہیں' اور امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کرتے ہیں' اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند! ہم آپ کو تنہا

چھوڑ کر چلے جائیں -----؟ پھر خدا کے دربار میں کیا عذر پیش کریں گے؟ نہیں خدا کی قسم ہم سے یہ نہیں ہو سکتا........ ہم اس وقت تک آپ سے جدا نہیں ہو سکتے .... کہ جب تک دین مبین کی سربلندی کے لیے ہمارے نیزوں کی انیاں دشمنوں کے سینوں میں پیوست نہیں ہو جاتیں' اور اگر ہمارے ہاتھ میں شمشیر ہو گی' تو اس سے دشمنوں پر دیوانہ وار حملہ کرتے رہیں گے .... اور اگر جنگ کا اسلحہ نہ ہوا تو پھر پتھروں سے دشمنان اسلام پر حملہ کریں گے .... دشمنان حق کے کشتوں کے پشتے لگائیں گے ------ تاکہ ہم حرمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے فرزند ارجمند کے حق کی پیروی کرتے ہوئے ----- راہ خدا میں چل بسیں اور رہتی دنیا تک وفا کا درس چھوڑ جائیں ----- کہ خاندان نبوت و رسالت اور امامت و ولایت کو میدان میں چھوڑ کر بھاگنے والے باغی ہوتے ہیں- خدا کی قسم اگر ہمیں ستر مرتبہ محبت حسین علیہ السلام میں قتل کیا جائے .... اور ہمیں جلا دیا جائے اور ہماری خاک کو فضا میں اڑا دیا جائے .... اور پھر ہمیں اصلی حالت میں لایا جائے ------ تب بھی ہم فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان قربان کرتے رہیں گے- اور آپ کے دشمنوں سے لڑتے رہیں گے' کیونکہ یہ ایک سعادت ابدی ہے- مسلم ابن عوسجہ کے بعد زہیر ابن قین اٹھے اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں: خدا کی قسم! فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں' راہ خدا میں ہزار مرتبہ بھی قتل ہونے کو دوست رکھتا ہوں' اور اگر میری ہزار جانیں بھی ہوں تو آپ پر

قربان کرنے میں دریغ نہ کروں گا- آپ کے دوسرے اصحاب نے بھی اس مطلب اور مضمون کو دہرایا- اور اپنی جان کو راہبر و پیشوا امام علیہ السلام کی خدمت میں نچھاور کرنے کے لیے یہ الفاظ ادا کئے-

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِالْقَتْلِ مَعَكَ"-

شکر ہے اس ذات الٰہی کا کہ جس نے ہمیں آپ کے ساتھ شہید ہونے کی سعادت بخشی' اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے- اس وقت امام حسین علیہ السلام نے آپ سب کو دعا دی اور فرمایا' سب آسمان کی طرف اپنے سروں کو بلند کرو اور آسمان کی طرف دیکھو-

ان لوگوں نے بہشت میں اپنی اپنی منزل کو دیکھا- اور حضرت نے ہر ایک کو ایک ایک کرکے مقام بہشت دکھایا- اب اشتیاق شہادت لشکر حسینی علیہ السلام میں اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ ہر آدمی وقت کی گھڑیوں پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا' اور عاشور کی صبح کا منتظر تھا اور تلوار کو ہاتھ میں تھامنے کا مشتاق تھا- اور اپنی باری کے انتظار میں شہادت کا جذبہ لئے جانے کا ارادہ باندھے بیٹھا تھا-

اس کے بعد آپ نے اپنے لشکر والوں کو نماز پڑھنے کی' تلاوت قرآن پاک کرنے کی' قاضی الحاجات کی درگاہ میں مناجات اور تضرع کرنے کی سفارش کی- اس رات تسبیح و تقدیس اور تمجید پروردگار کی خیمہ ہائے حسینی علیہ السلام سے اس

---

(۱) جلاء العیون بحار الانوار نفس المھموم

طرح صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ گویا خیمہ ہائے حسینی علیہ السلام میں شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ اور یہ روحانی منظر' معنویت اور مقصدیت میں پورے صحرائے کربلا پر جاری تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے خود بارگاہ توحید میں راز و نیاز اور مناجات کیں' آپ نے نماز پڑھی' اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا' اور آپ نے اپنے خانوادے کو اس طرح شہادت سے مانوس کر دیا تھا۔ کہ ان میں سے ہر ایک صبح ہونے کے لیے بیتاب تھا' اور وقت کی گھڑیاں شمار کر رہا تھا۔ اور ہر ایک میں شوق شہادت دیدنی تھا' ایک دوسرے پر شہادت میں سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ اور مقام ارفع پر فائز ہونے کی حسرت دلوں میں لیے ہوئے تھے۔

امام مظلومؑ نے اپنے اصحاب و انصار اور عزیزوں کو نماز پڑھنے' تلاوت قرآن پاک کرنے اور قاضی الحاجات کی بارگاہ میں تضرع و مناجات کرنے کی شفارش کی اور آپ نے لشکر حسینی علیہ السلام کے عظیم سپاہیوں کو کل کے لیے آمادگی پر تذکر دیا۔ شب عاشور حسینیؑ خیموں سے' تسبیح و تقدیس اور تمجید الٰہی کی صدائیں اس طرح آ رہی تھیں ------ جس طرح زنبور عسل کے چھینٹوں پر بھنبھناہٹ کی آوازیں آتی ہیں۔ صحرائے کربلا میں روح پرور مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ اور امام مظلوم علیہ السلام نے خود بھی شب عاشور تلاوت قرآن' ادائیگی نماز اور بے نیاز بادشاہ کی بارگاہ میں راز و نیاز سے گزاری' اور آپ نے اپنے عزیز و اقارب کو بھی اس نوع کی عبادت بجالانے کی سفارش کی اور آپ

نے ارشاد فرمایا:

میرے جد امجد' والدین اور میرا بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ انہوں نے ایک ایک کرکے اس فانی دنیا کو الوداع کیا' اور ابدیت سے پیوستہ ہو گئے۔ اور تمام مسلمانوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تاسی کرنی ہے۔ اور آپ کی اقتداء کرتے ہوئے اس جہان فانی کو الوداع کرنا ہے۔

شیخ مفید رحمتہ اللہ علیہ نے سجاد امام علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ عاشور کی شب مجھ پر بیماری نے غلبہ کیا ہوا تھا' اور میں اس شدت بیماری کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور میری پھوپھی زینب علیھا السلام میری بیمار پرسی کر رہی تھیں۔ کہ اچانک میرے والد بزرگوار حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام میرا پہلو پکڑ کر مجھے اپنے خیمہ میں لے گئے' اس وقت جناب ابوذرؓ کا غلام آپ کی شمشیر کی تعمیر و اصلاح اور درستگی کرنے میں مصروف تھا۔ کہ آپ نے ان اشعار کو پڑھا:

یا دھراف لک من خلیل   کم لک بالاشراق والاصیل

من صاحب و طالب قتیل   والدھر لا یقنع بالبدیل

و انما الامر الی الجلیل   و کل حی سالک سبیل

اے زمانہ! میں تیری دوستی سے بے زار ہوں' تو نے شبانہ روز اپنے دوستوں اور یاروں کو کس قدر قتل کیا ہے۔

اے زمانہ! کیا تو اپنے دوستوں کے عوض و بدل پر قناعت نہیں کر سکتا ہر

معاملہ کا ارتباط خداوند جلیل کی طرف ہے۔ اور بالآخر ہر زندہ نے اس کی طرف جانا ہے۔

امام علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار نے مندرجہ بالا اشعار کی کئی دفعہ تکرار کی، میں آپ کا مقصود و مفہوم سمجھ گیا، اور میرا گلہ گلو گیر ہو گیا، مجھے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی آزمائش آنے والی ہے، اور میرے والد بزرگوار کو شہید کر دیا جائے گا۔ جب میری پھوپھی زینب علیہا السلام نے میرے والد کے ان اشعار کو سنا، تو آپ میں اتنی طاقت کہاں رہی تھی کہ آپ خاموشی سے سنتی رہتیں، حضرت علی علیہ السلام کی دکھیا بیٹی، مظلوم کربلاؑ کے خیمہ میں گئیں، اپنے بھائی کے دامن کو پکڑ کر گریہ کرنے والوں سے فرمانے لگیں:

"وَاثُكْلَاهُ لَيْسَتِ الْمَوْتَ اَعْدَمَنِى الْحَيَاةَ"۔

کاش میں مر گئی ہوتی، اور مجھے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا، کہ میں آج اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھ رہی ہوں۔ آج میرا بھائی کس قدر غریب ہو چکا ہے؟

چونکہ میرے جد امجد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میری والدہ فاطمۃ زہراء علیہا السلام، میرے والد بزرگوار علی المرتضیٰ علیہ السلام اور میرے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام تازہ دنیا سے گئے تھے، لہٰذا آپ ان کو یاد کر کے رو رہی تھیں۔

میری پھوپھی زینبؑ کے گریہ نے میرے باپ کو بھی رلا دیا، اور آپ نے فرمایا!

"لَو تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ" اگر مرغ قطا کو آزاد چھوڑتے تو وہ اپنے آشیانہ میں سوتا' اگر بنی امیہ اور ان کے حواریوں کو میرے ساتھ کوئی سروکار نہ ہوتا' تو میں اپنے جد امجد کے حرم کو کبھی بھی نہ چھوڑتا۔

اس کے بعد بہن اور بھائی کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں' اور دونوں بہن بھائی حسرت بھری گفتگو کرتے رہے' امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد' میری پھوپھی زینبؑ کو حوصلہ و صبر کی تلقین کرتے رہے' اور امام علیہ السلام اپنی دکھیاری بہن کو بردباری کی وصیت کرتے رہے' اور آپ نے کربلا کے محاذ سے بچنے والوں کی سرپرستی آپ کے سپرد کی۔ کہ زینبؑ! کل میرا محاذ ختم ہو جانا ہے' اور تمہارا محاذ شروع ہونا ہے' زینبؑ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال رکھنا۔

"روز عاشورہ کے واقعات مورخین کی نگاہ میں"

عاشور کی شب ڈھل چکی تھی، صبح کی سپیدی مشرق پر طلوع ہو چکی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے صبح کی نماز اپنے باوفا اور جانثار ساتھیوں کے ہمراہ ادا کی، اور آپ نے لشکر حسینی علیہ السلام کے عظیم سپاہیوں کی طرف رخ انور کرکے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اَذِنَ فِی قَتْلِکُمُ الْیَومَ وَقَتْلِی فَعَلَیْکُمْ بِالصَّبْرِ وَالْقِتَالِ"

یعنی اللہ تعالیٰ نے آج تم کو اجازت دی ہے کہ تم اپنا دفاع کرو، اور دشمنان اسلام کے ساتھ جنگ کرو، اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ تم اچھی طرح جان لو اور میری اور تمہاری شہادت آج کے روز معین و مقرر ہے، اور اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور اس طرح دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتی فِی کُلِّ کَرْبٍ وَاَنْتَ رَجائی فِیْ کُلِ شِدَّةٍ وَاَنْتَ لِیْ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِی ثَقَةٌ وَ عُدَّةٌ کَمْ مِنْ هَمٍّ یَضْعُفُ فِیْهِ الْفُؤادُ وَتَقِلُّ فیْهِ الْحِیْلَةُ وَیَخْذُلُ فیْهِ الصَدِیْقُ وَیَشْمَتُ فِیْهِ الْعَدُو اَنْزَلْتَهُ بِكَ وَشَکَوْتُهُ اِلَیْكَ رَغْبَةً مِنِّی اِلَیْكَ عَمَّنْ سِوٰاكَ فَفَرِّجْتَهُ عَنِّی وَکَشَفْتَهُ فَاَنْتَ وَلِیُّ کُلِّ نِعْمَةٍ وَصَاحِبُ کُلِّ حَسَنَةٍ وَمُنْتَهی کُلِّ رَغْبَةٍ" "منتھی الامال"

بار الہا!

ہر غم و اندوہ اور مشکل و مصیبت میں مجھے تجھ پر بھروسہ ہے' مجھ پر جو بھی سانحہ ہوا اور مصیبت گزری ----- تو نے ہی میری حفاظت کی' کتنے ہی غموں کے پہاڑ ٹوٹے' جن کے مقابل میں دل پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی حیلہ کام نہیں آتا' دوست خوار ہو جاتے ہیں اور دشمنوں کی زبانوں پر شماتت آ جاتی ہے ----- میں نے ان سب پریشانیوں' مصیبتوں اور غموں کو تیری بارگاہ باعظمت میں پیش کیا' مجھے تیرے علاوہ کسی میں رغبت نہیں ہے' تو ہی میرا ماویٰ و ملجاء ہے' پس تو نے ہی مجھے غم و اندوہ سے ہمیشہ نجات دی' اور تو نے مجھے ان سے آزاد کرایا' اور تو نے ہی مجھے سعادت و خوش بختی عطاء کی' اور تو نے ہی مجھ پر اپنا خاص لطف و کرم کیا' اب بھی میری نگاہیں گزشتہ کی طرح تیرے دربار میں اٹھ رہی ہیں' میں نے تیری راہ میں جہاد و قیام کیا ہے۔ پس تمام نعمتیں تیرے قبضہ اختیار میں ہیں' اور ہر نیکی و خوبی تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور تو ہی میرے لئے ہدف و آرزو کی آخری امید گاہ ہے:

پروردگارا! پھر میری مدد فرما' میری مشکلات کو دور فرما دے' اور میرے تمام غم و ہم اور مصائب کو اپنی لایزال قدرت سے برطرف فرما۔ امام مظلومؑ کے تمام اصحاب و انصار آپ کی مناجات اور دعاؤں کو بغور سن رہے تھے۔ اور سب نے دل کی گہرائیوں اور گیرائیوں سے آمین کہا۔

قارئین کرام!

یہ ایک مختصر کتاب ہے' اس میں ہم سانحہ کربلا کی جزئیات کو بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے کتاب کا حجم بڑھ جائے گا۔ ہم ذیل میں بڑے بڑے دانش وروں' ادیبوں' محققوں اور مورخین کے تبصرے بیان کر رہے ہیں' تاکہ ہمارے قارئین کو معلوم ہو سکے' کہ بارگاہ حسینی علیہ السلام میں کن کن لوگوں نے کس کس انداز سے عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔ اور انہوں نے کس انداز میں سانحہ کربلا کی تجلیل کی ہے۔

لکھتے ہیں کہ روز عاشور امام حسین علیہ السلام کئی دفعہ ابن سعد کے لشکر کے سامنے گئے' اور آپ نے ان کے سامنے کئی ایک فصیح و بلیغ خطبے پڑھے' آپ نے ان کو وعظ و نصیحت کی تاکہ کہیں وہ جہالت میں نہ مارے جائیں' لیکن بقول شاعر ان کا کوئی فائدہ نہ ہوا:

برسیہ دل چہ سود خواندن وعظ نرود میخ آہنین برسنگ

یزیدی لشکر کے دلوں پر ظلمت چھا چکی تھی' خاندان آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یزیدی سپاہی ظلم کرنے کے لیے آمادہ تھے۔ مظلوم کربلا کے نہ فقط خطبوں نے ان کے دلوں پر اثر نہ کیا' بلکہ انہوں نے کوئی اہمیت ہی نہ دی۔ اور اس سے بڑھ کر وہ آپ کے اصحاب و انصار کی سرزنش و شماتت کرنے لگے۔

ہم شہادت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے باوفا اصحاب و انصار کو مورخین کی نگاہ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ کس مورخ نے سانحہ کربلا کا کس انداز میں تجزیہ و تحلیل کیا ہے؟!

دید گاہ اول

مشہور مورخ اور مولف ابی الفداء لکھتا ہے:

میں حسین بن علی علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ اور روز عاشور کے واقعات و حالات کو تاریخ کے موثق ائمہ سے نقل کرتا ہوں:

آپ کے فرزند ارجمند اور طفل رفیع ابوبکر بن حسین علیہ السلام کی شہادت دلخراش کے بعد' آپ کی پیشانی اقدس سے پانی کی طرح خون بہہ گیا تھا- اور مظلوم کربلاؑ پر پیاس کا سخت غلبہ تھا- آپ نے اپنی پیاس کا اظہار کیا' لیکن کسی نے جواب نہ دیا' امام علیہ السلام نے فرمایا:

"وَیلَکُمْ اُسْقُوْنِی قَتَلَنِی الظَّمَاءَ"-

"افسوس ہے تم پر' کہ تم مجھے پیاسہ ذبح کر رہے ہو-؟

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم' حسین بن علی علیہ السلام زخموں سے چور چور ہو چکے تھے' لیکن آپ کے چہرے پر شوق شہادت دیدنی تھا- دشمن نے آپ سے کہا کہ تم کبھی بھی پانی نہ مانگتے لیکن اونٹ کی مانند آپ کا شکم تشنگی سے خشک ہو گیا ہے- اسی اثناء میں شمر بن ذی الجوشن بیس بے رحم اور قسی القلب لوگوں کے ہمراہ مظلوم کربلاؑ کے خیموں کی طرف بڑھا- امام حسین علیہ السلام ان کے ارادوں کو بھانپ چکے تھے' آپ ان کو پکڑ کر خیموں میں لے گئے اور آپ نے فرمایا:

"وَیْلَکُمْ یٰاشِیعَۃَ اَبِیْ سُفْیٰان اِنْ لَمْ یَکُنْ دِیْنٌ وَ کُنْتُمْ لاتَخٰافُوْنَ الْمَعٰادِ فَکُونُوْا اَحْرٰاراً فِیْ دُنْیٰا کُمْ وَ ذَوِیَ اَحْسٰابِ

اِمۡنَعُوا رَحلِیۡ وَاَهلِیۡ مِن طُغَاتِکُمۡ وَ جُهالِکُمۡ"۔

شمر نے کہا: "ذالك لك یابن فاطمه"۔

پھر اس نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے اطراف میں پھیل جائیں۔ ان میں سے ایک نے امام مظلوم علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے ابھارا' انہوں نے انکار کر دیا' "ابو الجنوب" نامی شخص نے کہا کہ اے شمر' تو خود کیوں نہیں قتل کرتا؟

شمر نے جواب دیا' کہ تو حسین علیہ السلام کو قتل کر دے' کیونکہ میں تیرا امیر ہوں۔ وہ دونوں آپس میں الجھ پڑے' اور ایک دوسرے پر مناقشہ کرنے لگے۔

ابو الجنوب کہنے لگا۔ کہ اگر تو نے اسی طرح اصرار کیا' تو میں اپنے نیزے سے تیری آنکھیں نکال دوں گا' شمر اس سے منصرف ہو گیا' اور دوسرے لوگوں نے امام مظلوم علیہ السلام کے گرد گھیرا ڈال دیا' اس وقت امام علیہ السلام تھک چکے تھے' اور آپ پر کمزوری کے آثار نمایاں نظر آ رہے تھے' حسینی لشکر میں فقط حسین علیہ السلام رہ گئے تھے۔ اس وقت شمر فاطمہ زہراء علیہ السلام کے لاڈلے پر ضربیں لگانے کے لیے بیٹھ چکا تھا۔ کہ ناگہانی طور پر حرم حسینی سے ایک چھوٹا بچہ امام حسین علیہ السلام کی طرف دوڑتا ہوا آیا جس کی صورت چاند کی طرح تھی' اس کے کانوں میں دو عدد قیمتی در تھے' اس کے پیچھے علی علیہ السلام کی شیر دل خاتون بیٹی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا آ رہی تھیں' تاکہ اس بچہ کو پکڑ لیں۔ لیکن وہ بچہ دوڑتے ہوئے مظلوم کربلاؑ تک پہنچ کر کہتا ہے: "یا ابتاہ"۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنی آنکھوں کو کھولا اور فرمایا!

"یَابُنَیَّ اِحْتَسِبْ اَجْرَكَ عِنْدَاللّٰهِ فَاِنَّكَ تَلْحَقُ بِآبَائِكَ الصَّالِحِيْنَ"۔

اے میرے لخت جگر! تم اللہ سے اجر و جزا پاؤ گے۔ پس تم اپنے بزرگان صالحان سے ملاقات کرو گے۔

اس اثنا میں ظالم اور سفاک یزیدی سپاہیوں نے ہر طرف سے نیزے اور تلواروں سے حملہ کر دیا۔ اور انہوں نے فاطمہ زہراء علیہ السلام کے فرزندوں پر بڑی بے دردی سے وار کیے۔ باپ اور بیٹا حملوں کی زد میں تھے کہ اسی وقت علی علیہ السلام کی شیر دل خاتون بیٹی زینب عالیہ علیہ السلام پہنچتی ہیں۔ اور سرد آہ بھر کر فرماتی ہیں کہ کاش آسمان پھٹ گیا ہوتا' اور زمین تباہ ہو گئی ہوتی !!۔ اور یہ سانحہ دلخراش پیش نہ آتا۔

اسی دوران عمر ابن سعد وہاں پر پہنچ جاتا ہے' سیدہ زینب علیہ السلام اس کی طرف رخ کر کے فرماتی ہیں:

"وَیحكَ یَاعُمَرُ اَیُقْتَلُ اَبُو عَبْدِاللّٰهِ وَاَنْتَ تَنْظُرُ اِلَيْهِ"

اے عمر! تجھ پر ہلاکت ہو' کہ مظلوم کربلاؑ کو قتل کیا جا رہا ہے اور تو تماشا دیکھ رہا ہے۔

پھر کوفہ کے بے رحم اور ظالم یزیدی سپاہیوں نے زہراءؑ کے لعل پر بھرپور حملہ کیا' "زرعۃ بن شریک" نے غریب کربلا کے بائیں بازو پر تلوار سے حملہ کیا

اور پھر اس ظالم نے دوسرا وار حسین بن علی علیہ السلام کے کندھے پر کیا' اور وہ پیچھے ہٹ گیا- اور پھر "سنان بن انس" نے آپ کے گلو مبارک پر نیزہ کا وار کیا' اور پھر کائنات کا شقی القلب اور درندہ صفت انسان شمر بن ذی الجوشن لعنت اللہ علیہ آگے بڑھتا ہے اور آپ کے بدن اطہر سے آپ کا سر اقدس جدا کرتا ہے'(1)

البدایۃ والنھایۃ - تاریخ ابن کثیر

اس طرح کائنات عالم میں' سب سے بڑا سانحہ پیش آیا' جو ہر غیرت مند انسان کے ضمیر کو' رہتی دنیا تک جھنجھوڑتا رہے گا' اور حسین بن علی علیہ السلام اور آپ کے باوفا رفقاء کی راہ خدا میں قربانیوں کی یاد دلاتا رہے گا-

دید گاہ دوم

سید بن طاؤس' صاحب کتاب "لھوف" نے حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کو اس طرح بیان کیا

حضرت ابا الفضل العباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد' بچوں اور عورتوں کو آخری سلام کے بعد اور آپ کے چھ ماہ کے شیر خوار ننھے مجاہد علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کے بعد' امام علیہ السلام مظلوم کربلا نے اتمام حجت کے لیے آخری بار پیغمبر صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا عمامہ سر پر رکھا- اور شیر خدا علیہ السلام کی شمشیر کو کمر میں باندھ کر اپنے مخصوص گھوڑے پر سوار ہو کر قوم اشقیاء کی طرف گئے' اور حسین بن علی علیہ السلام نے ابن سعد کی فوج کے سامنے ایک آتشیں خطبہ دیا- آپ نے ان کو وعظ و نصیحت کی' اور ان کو روز قیامت کی

ہولناکیوں اور حساب و کتاب کے بارے میں واضح بیان فرمایا' لیکن ان مردہ ضمیر لوگوں نے آپ کے موعظہ کا کوئی اثر نہ لیا' چہ جائیکہ وہ آپ کے خطبہ سے بیدار ہوتے' اور اپنے سوئے ہوئے مقدر کو جگاتے --------- انہوں نے الٹا آپ سے نفرت و بے زاری کا اظہار کیا' اور آپ کو دشنام کیا' مظلوم کربلاؑ نے اتمام حجت کرنے کے بعد' ان سے جہاد و دفاع کیا' جنگ کے طبل بج گئے' عمر سعد نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تمام لشکر حسین بن علی علیہ السلام پر حملہ کرے' یزیدی سپاہ نے مل کر امام مظلوم علیہ السلام پر حملہ کیا' امام علیہ السلام نے ماحول کا جائزہ لے کر کمر کو محکم باندھ لیا- اور آپ نے اپنے عمامہ سے سارے سر کو ڈھانپ لیا اور حیدر کرار کے جری و بہادر بیٹے' علوی تلوار کو ہاتھ میں مضبوطی سے تھام کر جنگ و جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے' امام علیہ السلام نے پوری جلالت و طاقت سے یزیدی سپاہیوں پر حملہ کیا' امام علیہ السلام کے سامنے یزیدی لشکر ٹھہر نہ سکا' ان کے پاؤں اکھڑ گئے- اور وہ راہ فرار پر مجبور ہو گیا' علی علیہ السلام و بتول علیہ السلام کے عظیم سپوت نے انہیں للکارتے ہوئے فرمایا:

اَلْقَتْلُ اَوْلٰی مِنْ رَکُوبِ الْعَارِ   وَالْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ

قتل ہونا ننگ و عار سے بہتر ہے' اور ننگ و عار آتش جہنم میں داخل ہونے سے بہتر ہے:

اعثم کوفی لکھتا ہے' کہ پہلے امام علیہ السلام نے اعلان جنگ کیا' اور آپ نے مبارزہ کے لیے طلب کیا- اور جو بھی آپ کے مقابلے میں آتا وہ قتل ہو جاتا

--------- یہاں تک کہ آپ پر یزیدیوں نے اجتماعی حملہ کر دیا۔

ایک راوی کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم، چشم فلک نے آج تک نہ دیکھا ہو گا، کہ ایک تن تنہا شخص ہو، اس پر دشمن کے لشکر نے حملہ کر دیا ہو، اور اس کے اصحاب اور عزیز قتل کر دیئے گئے ہوں، اور وہ ہو بھی سوگوار، یہ فقط علوی خون کا اثر تھا کہ حسین بن علی علیہ السلام اتنی پریشانیوں میں گھر کر بھی اپنی شمشیر سے بپھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے، اور کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے، اور یزیدی سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح دوڑ رہے تھے، امام مظلوم انہیں پراگندہ کرنے کے بعد، دوبارہ اپنی پہلی والی جگہ پر لوٹ گئے، اور آپ نے فرمایا!

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"۔

چونکہ زہراء کا لعل زخموں سے چور چور ہو چکا تھا۔ اور آپ پر کمزوری و ضعیفی ظاہر ہو چکی تھی۔ اور آپ پر پیاس کا غلبہ تھا۔ لہٰذا آپ نے یزیدی سپاہ سے دو گھونٹ پانی طلب کیا۔ لیکن ان شقی مزاج لوگوں نے آپ کا مذاق اڑایا، اور آپ کو پانی دینے سے انکار کر دیا، اور آپ پر ہر لحظہ کمزوری غالب آ رہی تھی، امام مظلوم علیہ السلام اس وقت دعا پڑھ رہے تھے، اور آپ تسبیح الٰہی میں مشغول تھے، اور آپ انتظار وصال کی گھڑیوں کو گن رہے تھے۔

حسین آمادہ بزم وصال است　　سراسر محو سبحات جلال است
صلای دوست را لبیک گویان　　بہ معراج محبت گشتہ پویان
بیا ای رفرف عشق سبک پی　　کہ راہ عشق را باید کند طی

بیا از سم غبار غم برانگیز بفرق ہر دو عالم خاک غم ریز
زنعل خود جہان را پر قمر کن زمین را پر قمر چرخ دگر کن
مہ دین راہی عزم سواریست وفاداری کن اکنون وقت یاریست

اسی حالت میں امام علیہ السلام نے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھا' اور آپ کی پیشانی سے خون جاری ہو گیا' امام علیہ السلام نے اپنی قمیض کے دامن کو بلند کیا ------- تاکہ اپنی پیشانی کے خون کو صاف کریں' کہ اچانک آپ کی طرف زہر میں بجھا ہوا تین شعبہ تیر آیا' کہ وہ آپ کے قلب مبارک میں پیوست ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے سر آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہ ایزدی میں کہا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ"۔

پھر آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کر کے کہا: خداوندا! تو جانتا ہے کہ یہ لشکر اس شخص کو قتل کر رہا ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہے' پس آپ نے اپنے ہاتھ سے سر کی پشت کی طرف سے تیر کو نکالا' اور خون کا فوارہ پھوٹ پڑا' اور زہراء کا لعل خون سے رنگین ہو گیا' اس زخم نے امام علیہ السلام سے قوت جنگ کو مسدود کر دیا' کہ آپ میں لڑنے کی طاقت ختم ہو گئی۔

اسی اثناء میں کائنات کا فاسق ترین اور قسی القلب انسان شمر پلید آگے بڑھا اور بڑی بے دردی سے نیزے اور تلوار سے حملہ کرنے لگا اور اس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے سر کو بدن سے جدا کیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت سیاہ و تاریک آندھی چلی۔ آندھی اس قدر

شدید تھی کہ کوئی کسی کو نظر نہیں آرہا تھا' یزیدی لشکر نے گمان کیا کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا ہے کافی وقت تک یہی کیفیت رہی کہ اس کے بعد مطلع صاف ہوا' (1) نقل از زندگی سید الشہداء (عماد زادہ) ولہوف سید بن طاردس'

دیدگاہ سوم

دوسری صدی ہجری کا مشہور مورخ اعثم کوفی عاشورہ کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت و شہامت کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:

کہ حسین بن علی علیہ السلام نے عاشورہ کے دن تاریخی جنگ لڑی اور آپ نے کربلا کے لق و دق میدان میں علوی شجاعت و شہامت کے جوہر دکھائے' کہ آپ نے میسرہ والوں کو میمنہ' اور میمنہ والوں کو میسرہ اور قلب والوں کو دائیں اور بائیں بھیڑ بکریوں کی طرح دوڑایا'

سما و اتیان مات و حیران ہمہ   سر انگشت عبرت بہ دندان ہمہ
کہ یارب چہ زور و چہ بازوست این   مگر با قدرہم ترازوست این

ابن سعد کی تمام کی تمام سپاہ میدان جنگ و مبارزہ کو چھوڑ کر دوڑ نکلی' یا وہ محاذ جنگ سے نکل کر امام حسین علیہ السلام کی شجاعت و شہامت کو دیکھنے لگے۔ جب ابن سعد نے اس منظر کو دیکھا' کہ یزیدی سپاہی راہ فرار اختیار کر رہے ہیں ------ تو اس نے بلند آواز سے کہا "افسوس ہے تم پر"! ایک شخص سے پورا لشکر ڈر رہا ہے' جلدی سے حسین بن علی علیہ السلام کا محاصرہ کرو' ان کے اور خیموں کے درمیان فاصلہ رکھو اور ان کا کام تمام کر دو۔

سارے کا سارا یزیدی لشکر حسین بن علی علیہ السلام پر حملہ کرنے کے لئے امڈ آیا' اور انہوں نے خیام کی طرف حملہ کیا۔ جب حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام نے حالات کا مشاہدہ کیا' تو آپ نے پوری قوت و طاقت اور جلالت سے

آواز دی اور کہا:

"وَیْلَکُمْ یَاشِیْعَۃَ اَبِیْ سُفْیَان اِنْ لَمْ یَکُنْ دِیْنٌ وَ کُنْتُمْ لَاتَخَافُوْنَ الْمُعَادِ فَکُوْنُوْا اَحْرَارًا فِیْ دُنْیَا کُمْ"۔

اے خاندان ابو سفیان اور اس کے پیرو کارو ------- تم پر ہلاکت ہو' اگرچہ تم میں دین و دیانت نہیں ہے' لیکن روز قیامت سے بھی' تمہیں خوف نہیں ہے۔ کم از کم دنیا میں تو تم آزاد ہوتے!!۔

امام مظلوم علیہ السلام نے اس تنقیدی جملے سے ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑا' کہ تم اپنے حسب و نسب کی طرف دیکھو' اور تم اپنے ضمیروں میں جھانک کر دیکھو ---- کہ تم میں غیرت و حمیت نامی چیز پائی جاتی ہے؟

جب امام مظلوم علیہ السلام کی صدا کو شمر نے سنا' تو اس نے کہا' حسین علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا

"اُقَاتِلُکُمْ وَ تُقَاتِلُوْنِیْ وَالنِّسَاءُ لَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ"

میں تم سے جنگ کر رہا ہوں' اور تم مجھ سے جنگ لڑ رہے ہو' عورتوں کا تو کوئی گناہ نہیں ہے' کہ خیام حسینی علیہ السلام کی طرف حملہ کر رہے ہو' جب تک میں زندہ ہوں' میں اجازت نہیں دوں گا کہ تم خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عورتوں اور بچوں پر حملہ کرو۔

امام حسین علیہ السلام نے ان جملوں کے ادا کرنے کے بعد' پوری جلالت و طاقت کے ساتھ یزیدی لشکر پر حملہ کیا' اور ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ امام

علیہ السلام نے اس قدر جانفشانی اور پامردی سے جنگ لڑی کہ خیبر و خندق کا نقشہ پیش کر دیا- امام علیہ السلام جنگ لڑلڑ کے تھک چکے تھے- پورا بدن زخموں سے چور چور تھا- لہٰذا آپ اپنی قتل گاہ کی کی طرف بڑھے- اور آپ نے اپنے رخسار کو کربلا کی گرم ریت پر رکھا اور خدائے بے نیاز سے راز و نیاز کرنے لگے' کہ اچانک "ابوالحنوق" نے تیر چلایا کہ جو آپ کی پیشانی مبارک میں پیوست ہو گیا' جس سے خون کا فوارہ بہہ نکلا- اور آپ کا پورا چہرہ خون سے رنگین ہو گیا' آپ نے دربار توحید میں اس طرح مناجات کی-

بارالٰہا!

تو دیکھ رہا ہے کہ یہ باغی و طاغی قوم' میرے ساتھ کس طرح کا سلوک روا رکھ رہی ہے؟ خدایا انہیں ہلاک کر دے' اور انہیں ذلت کی موت دے-

اعثم کوفی لکھتا ہے کہ پھر امام علیہ السلام اس حالت میں دوبارہ حملہ آور ہوتے ہیں- اور آپ نے کافی یزیدی سپاہیوں کو واصل جہنم کیا' اور پھر اپنی قتل گاہ کی طرف لوٹ آئے' تاکہ استراحت فرما سکیں' اسی وقت' نماز عصر کا وقت ہو گیا 'امامؑ چاہتے تھے کہ عصر کی نماز کو بجالائیں' اور بے نیاز کی بارگاہ میں راز و نیاز کر سکیں- کہ شمر نے نیزے اور تلواروں سے حملہ کرنے کا حکم دے دیا' اس ملعون کے حکم کے بعد' "ازعد بن شریک" نامی شخص نے آپ کے دست مبارک پر تلوار سے حملہ کیا' اور پھر اس نے دوسرا وار امام علیہ السلام کی دوش مبارک پر کیا' سنان بن انس نے تیر سے امام علیہ السلام کے قلب پر حملہ کیا- اور آپ کے

پہلو میں نیزہ کا وار کیا۔

امام علیہ السلام مظلوم کربلا نے اپنے خون کو چلو میں لیا' اور اپنی ریش مبارک کو خضاب کیا' گویا کہ حسین علیہ السلام نے اپنے خون سے وضو کیا' اور پھر امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں اور بدن کو خون سے غسل دیا۔ اسی اثنا میں "نصر بن حرشد صنانی" نامی شخص آگے بڑھا' اس نے اپنے ہاتھ سے آپ کے محاسن کو پکڑا' اور آپ کے سر کو بدن سے جدا کیا' (یاد رہے) وہ ملعون برص کی بیماری میں مبتلا تھا'

امام علیہ السلام نے اس ملعون کو کہا --- کہ تو وہ "سگ ابرص" ہے کہ جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا' کہ جو مجھ پر حملہ کر رہا تھا۔

نصر ملعون نے پورے غیض و غضب سے امام علیہ السلام کے سر کو بدن سے جدا کرنا چاہا' لیکن نہ کر سکا' عمر سعد بیٹھا دیکھ رہا تھا' اس نے خولی کو حکم دیا کہ جا اور حسین علیہ السلام کے سر کو بدن سے جدا کرنے میں اس کی مدد کر' خولی آیا' اور اس نے امام علیہ السلام کے سر کو بدن سے جدا کیا۔

گزر چکا ہے اور ابن مخنف سے نقل ہوا ہے کہ شمر آیا اور اس نے امام علیہ السلام کے سر کو بدن سے جدا کیا' خدا ان کے چہروں کو سیاہ کرے' اور انہیں آخرت میں عذاب میں مبتلا کرے

1۔ نقل از زندگی سید الشہدا از تاریخ اعثم کوفی۔

بدست آن گروہ بی مروت　　　بہ یغما رفت میراث نبوت

دید گاہ چہارم

ابن مخنف سانحہ کربلا کے مشہور مورخ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

امام حسین علیہ السلام زندگی سے مایوس ہو کر شہادت کے لیے تیاری کرنے لگے' آپ نے اپنے بدن پر محکم لباس زیب تن کیا۔ زرہ کے بند مضبوطی سے باندھے' اپنے سر پر عمامہ رکھا' زین سے کمر بند کو منظم کیا' اور مظلوم کربلا ابن سعد کے لشکریوں کے سامنے آئے' اور انہیں آپ نے موعظہ کیا' اور آپ نے نصیحت فرمائی' اور انہیں اپنا تعارف کروایا' لیکن ان سنگ دل یزیدیوں پر آپ کی باتوں کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا' جی ہاں۔

برسیہ دل چہ سود خواندن وعظ   نرود میخ آہنین برسنگ

امام علیہ السلام نے یزیدیوں پر اتمام حجت کیا' کہ کہیں کوئی جہالت اور لا علمی میں نہ مارا جائے' جب امام علیہ السلام کی باتوں کا ان پر اثر نہ ہوا--- تو امام علیہ السلام نے اپنی شمشیر کو ہاتھ میں تھاما' اور آپ قلب لشکر کو روندتے ہوئے' رجز پڑھتے رہے' اور کہہ رہے تھے۔

(اَنَا بْنُ عَلِیِّ الطُّهْرِ مِنْ آلِ هٰاشِمِ)

"میں علی مرتضٰی علیہ السلام کا فرزند ہوں' جو آل ہاشم ہیں"

آپ نے قوم اشقیاء پر بھرپور حملہ کیا' آپ کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ آپ نے میمنہ کو میسرہ میں ملا دیا' اور میسرہ کو میمنہ سے ملا دیا' آپ نے اس حملہ میں "۱۸۰۹" یزیدی سپاہیوں کو واصل جہنم کیا' پھر آپ استراحت کے لیے اپنے مرکز کی طرف واپس لوٹ گئے' اور آپ نے فرمایا۔

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"

اور آپ نے فرمایا:

اِلٰهِی رِضًا بِرِضَاكَ "بِقَضَائِكَ" وَ صَبْراً عَلٰی بَلَاكَ (بَلَائِكَ) لَا مَعْبُوْدَ سِوَاكَ اَغِثْنِیْ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ

زندگی حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام ا ص ۴۱۲

مناجات خدا

نیست ای دوست بدل جز تو تمنای دگر — سر شوریدہ ندارد سر و سودای دگر

بھر جولان بسر نیزہ و زیر سم اسب — سر دیگر ببدن خواھم و اعضای دگر

بولای تو زبس شوق لقای تو مراست — کربلای دگری خواھم و اعدای دگر

امام علیہ السلام نے راہ خدا میں قربانی دی' اور اپنے خدا سے راز و نیاز کرنے لگے آخر وہ لمحے بھی آن پہنچے کہ امام مظلوم علیہ السلام نے رضائے الٰہی کے لیے شہادت نوش فرمائی۔

"یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَرْضِیَّةً"

دید گاہ پنجم

مشہور و معروف اسلامی مورخ "طبری" نے واقعہ کربلا کا اس طرح تجزیہ و تحلیل کیا ہے اور وہ سانحہ کربلا پر اس طرح سیر حاصل بحث کرتا ہے کہ:

حسین علیہ السلام آخری لمحات میں اپنے ہاتھ میں شمشیر کو پکڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے- اور آپ قوم اشقیاء کے سامنے آئے' آپ کے چہرے سے زندگی کی مایوسی اور شوق شہادت ہویدا تھا' آپ نے یزیدی لشکر کو مبارز و جنگ کی دعوت دی لیکن کسی میں جرات نہ تھی کہ وہ امام علیہ السلام کے مقابلے میں آئے' تو امام مظلوم علیہ السلام نے اتمام حجت کرنے کے بعد' قوم اشقیاء پر حملہ کر دیا' آپ نے اس قدر شدید حملہ کیا کہ اس سے پہلے کسی نے اس طرح حملہ نہیں کیا تھا' کہ جس کے اصحاب باوفا اعزاء و اقربا اور چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچے بھی شہید کر دیئے گئے ہوں' اکثر کا سوگوار ہو' تو پھر ان زخموں کے ہوتے ہوئے' پامردی و استقامت سے یزیدی فوج سے لڑنا----- یہ حسین علیہ السلام کا ہی حوصلہ ہو سکتا ہے'

آپ جب قوم اشقیاء اور طاغی و باغی فوج پر حملے کر رہے تھے' تو اس وقت رجز بھی پڑھ رہے تھے:

انا الحسین بن علی ۔۔۔ الیت ان لا انثنی

احمی عیالات ابی ۔۔۔ امضی علے دین النبی

عبد اللہ بن عمار بن یغوث کہتا ہے:

خدا کی قسم' میں نے حسین علیہ السلام جیسا کوئی مرد نہیں دیکھا' کہ جس کے فرزندان' اصحاب' جوانان اور اعزاء شہید کئے گئے ہوں ----- اور وہ شجاعت و جرات اور قدرت و طاقت سے شمشیر کو پکڑے' اور عرب کے بڑے بڑے شجاعوں اور بہادروں کو دوڑا دے- اور پھر عرب کے دلاور قرار پر فرار کو ترجیح دیں' امام مظلوم علیہ السلام نے روز عاشور پوری دلاوری کے ساتھ یزیدی لشکر پر حملہ کیا- آپ نے خدا پر توکل کیا' اور کسی چیز کی پروا نہیں کی'

جب عمر سعد نے ماحول کو اس طرح دیکھا' تو وہ بلند آواز سے چیخ چیخ کر کہنے لگا:

"هذا ابی الانزع البطین هذا ابن قتال العرب احملوا علیه من کل جانب' فاتته اربعة الالاف نبله و حال الرجال بینه و بین رحله"

یہ بیٹا کس کا ہے؟ کہ جس نے عرب کے شہسواروں او دلاوروں کی پشتیں خاک میں ملائیں-

یہ قتال العرب (علیؑ) کا بیٹا ہے- کہ جس نے چالیس سال' اسلام کی حمایت میں تلوار اٹھائی- کہنے لگے' کیا کریں؟ کہتا ہے' ہر طرف سے اس پر حملہ کرو' چار ہزار یزیدی سپاہیوں نے ہر طرف سے امام علیہ السلام پر حملہ کیا' انہوں نے امام علیہ السلام کے راستے کو مسدود کر دیا' اور آپ کے اہل کے تمام رابطوں کو قطع کر دیا-

جب امام حسین علیہ السلام نے ماحول اور وضع کو اس طرح دیکھا' کہ دشمنان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' آپ کے خیموں پر حملہ کرنا چاہ رہے ہیں' تو آپ حملہ بھی کر رہے تھے' اور فرما رہے تھے:

"یَاشِیْعَةَ آلِ اَبِی سُفیَانَ اِنْ لَمْ یَکُنْ لَکُمْ دِیْنٌ وَ کُنْتُمْ لا تَخَافُوْنَ الْمَعَادَ فَکُوْنُوْا اَحْرَارًا فِیْ دُنْیَاکُمْ ' وَارْجِعُوْا اِلٰی اَحْسَابِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ عَرَبًا کَمَا تَزْعَمُوْنَ" (1) (مناقب ابن شہر آشوب- لہوف ابن طاوس)

دید گاہ ششم

فضل اللہ کمپانی اپنی کتاب "حسین کیست" کی دوسری جلد میں سانحہ کربلا کو اس طرح لکھتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام نے آخری دفعہ اہل حرم کو خدا حافظ کہا' اور آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زادیوں کو بزبان امامت صبرو حوصلہ کی نصیحت کی' اور آپ میدان جنگ کے لیے مبارزہ کے لیے نکلے' آپ اس عزم و ارادہ کے ساتھ میدان جنگ میں داخل ہوئے---- کہ آپ نے آل ہاشم کی شجاعت و دلاوری کا قوم اشقیاء کے سامنے نقشہ پیش کر دیا' کہاں اکیلے حسین علیہ السلام--- اور کہاں دریائے لشکر---؟

لیکن حسین علیہ السلام ایسی شجاعت کا منظر پیش کیوں نہ کرتے ---- آپ کی رگوں میں آل ہاشم کا ارثی خون موجود تھا؟؟ آل ہاشم دوسرے عربوں سے شجاعت و شہامت میں ممتاز تھے- لیکن بہادری کے جو جو ہر روز عاشور' امام حسین علیہ السلام نے دکھائے ---- اس نے باقی تمام ہاشمیوں کو تحت الشعاع قرار دیا- کیونکہ آپ پر تمام مصیبتوں' مشکلوں ' غموں' پریشانیوں اور ظلموں نے بیک وقت ڈیرے ڈال دیئے تھے' آپ مصائب و آلام کی آماجگاہ بن چکے تھے- آپ نے ان تمام پریشانیوں کے باوجود صبرو حوصلہ سے کام لیا-- آپ نے ثابت قدمی اور ثابت قلبی کا اس قدر مظاہرہ کیا--- کہ آپ کے ذرہ بھر بھی قدم نہ ڈگمگائے' آپ نے خارق العادہ صبرو شکیبائی کا اظہار کرکے' قیامت تک کی انسانیت کو

ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، لیکن آپ نے خندہ پیشانی سے برداشت کئے، تاریخ بشریت میں کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی، کہ اس طرح کے مصائب و آلام ہوں، اور رضائے الٰہی کی خاطر برداشت کیے جائیں۔

امام حسین علیہ السلام پر طاقت فرسا تشنگی و گرسنگی تھی۔ آپ پر بے خوابی اور خستگی کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ زخموں سے چور چور ہو چکے تھے، اوران کا درد محسوس ہو رہا تھا۔ آپ پر جہاں ظاہری زخم تھے، وہاں پر باطنی زخم بھی تھے، جوان بیٹے علی اکبرؑ کی جوانی کا زخم تھا، عباسؑ کے بازوں کا زخم تھا۔ اصغرؑ کی شہادت کا زخم تھا، گویا کہ حسینؑ پر ہزاروں زخم آئے، ان زخموں اور مشکلات کے باوجود مقاومت و استقامت، یہ فقط حسین علیہ السلام کا حوصلہ ہے۔ اور رہتی دنیا تک حسین علیہ السلام کی یہ استقامت، لوگوں کو حیرت میں ڈالتی رہے گی، آپ نے اس ماحول اور اوضاع میں مبارزہ کیا، کہ جس میں جنگی اصولوں کے مطابق، پورا کا پورا ماحول دشمن کے حق میں نہیں تھا۔ دشمن کے پاس پورے جنگی وسائل موجود تھے، اس نے پوری پلاننگ کی ہوئی تھی کہ وہ حسین علیہ السلام کو ہر طرف سے گھیرنا چاہتے تھے۔

امام مظلوم علیہ السلام ہر شہید کے آخری لحوں میں حاضر ہوئے۔ اور آپ نے ہر شہید سے آخری لحظوں میں گفتگو کی، اور اس کی لاش کو اٹھا کر گنج شہیداں میں لائے۔ آپ نے ہر زخمی کی فریادوں کو اپنے کانوں سے سنا، زخمیوں کا شدت پیاس سے پانی طلب کرنا۔۔۔ آپ کے زخموں کو تازہ کر دیتا تھا۔ آپ آغاز جنگ

سے لے کر شہادت تک سارا وقت پریشانیوں میں رہے' لیکن امام علیہ السلام نے حوصلہ سے کام لیا- آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے --- لیکن آپ نے ہمیشہ ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا- آپ کے قدم کسی مقام پر بھی ڈگمگائے نہیں-

امام حسین علیہ السلام نے تمام مصائب و آلام پر کمر باندھ لی تھی- مظلوم کربلاؑ پر یزیدی سپاہی ہر طرف سے حملہ کر رہے تھے' کوئی مظلوم کو تیر مار رہا تھا' کوئی نیزہ مار رہا تھا- اور کوئی تلوار سے وار کر رہا تھا- لیکن ان مشکلات و مصائب کے باوجود بھی امام علیہ السلام اپنے اہل بیتؑ سے غافل نہ تھے- آپ کو اپنے اہل حرم سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ نے دریائے فرات پر قبضہ کیا؟ اور اپنے گھوڑے سے نیچے اتر کر پینے کے لیے پانی کا چلو بھرا---- تو ایک یزیدی سپاہی نے آپ کو پانی پینے سے روکنے کے لیے ایک بلند آواز دی کہ:

"تم پانی پی رہے ہو- جب کہ تمہارے خیموں کو لوٹا جا رہا ہے-" مناقب آل ابی طالب بہ نقل از مجلسی در بحار الانوار

اس ملعون مرد نے جھوٹ بولا تھا' اس وقت حسینؑ خیموں میں کوئی دشمن نہ تھا' لیکن آپ کو برداشت نہ ہو سکا- آپ پانی پیئے بغیر فرات سے باہر نکل آئے' اور آپ خیموں کی طرف اس طرح آئے- جیسے بجلی کسی چیز پر گرتی ہے--- تو اسے خاکستر کر دیتی ہے' آپ نے راستہ میں جس کو بھی دیکھا اسے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر واصل جہنم کیا-

حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب اور اقرباء مارے جا چکے تھے' فقط کربلا کی سرزمین پر اکیلا زہراء کا لاڈلا تھا- آپ کچھ وقت کے لیے میدان جنگ میں جم کر لڑتے رہے- اور آپ نے یزیدی لشکر کو مقام حرب سے دوڑا دیا- آپ نے شجاعت علوی کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ عمر سعد کے تمام سپاہی آپ کے مقابل انفرادی لڑنے کے لیے آمادہ نہ تھے- امام علیہ السلام نے کافی یزیدی سپاہیوں کو جہنم رسید کیا' جب عمر سعد نے ماحول دیکھا' کہ یزیدی سپاہی مارے جا رہے ہیں' اور ان کے حوصلے پست ہو گئے ہیں- تو اس نے تمام سپاہ کو حکم دیا کہ مظلوم کربلا پر مل کر حملہ کرو'

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام نے زخمیوں کے علاوہ "۱۹۸۰" افراد کو واصل جہنم کیا-

(1) ستارگان درخشان-

دید گاہ ہفتم

تاریخ مسعود کے مشہور مورخ مسعود لکھتے ہیں!

کہ امام حسین علیہ السلام نے روز عاشور "۱۸۰۰" یزیدی فوجیوں کو واصل جہنم کیا-ابتداء میں ایک ایک کرکے' پھر دس دس کرکے' اور تیسری مرتبہ سو سو افراد جنگ کرنے کے لیے آئے- اور آخر میں سارے یزیدی لشکر نے اجتماع کیا- اور وہ امام علیہ السلام کے دائیں' بائیں' آگے اور پیچھے پھیل گئے' اور اسی طرح انہوں نے امام علیہ السلام کا احاطہ کر لیا-

جب عمر ابن سعد نے ماحول کو اس طرح دیکھا تو اس نے للکارتے ہوئے کہا' اے سپاہیو! افسوس ہے تم پر' کیا تم نہیں جانتے کہ یہ شخص علیؑ (قتال العرب) کا فرزند ہے- اس پر ہر طرف سے حملہ کرو' جس کو جو ڈیوٹی سپرد کی گئی ہے--- وہ بجا لائے- اس پلان اور تنظیم کا فقط ایک ہی ہدف ہے کہ حسین علیہ السلام کو قتل کر دو-

عمر سعد کی اس للکار سے میمنہ اور میسرہ والوں' اور قلب لشکر نے' امام علیہ السلام پر حملہ کیا' پیادوں نے بھی امام علیہ السلام پر حملہ کیا' اور سواروں نے بھی حسین علیہ السلام پر بڑی بے دردی سے وار کیا- گویا کہ جو بھی صحرائے کربلا میں موجود تھا--- اس نے مظلوم پر ظلم کیا-

امام حسین علیہ السلام اتنے بڑے یزیدی لشکر کے مقابل ایک تھے--- جو ان کے حملوں کو روک رہے تھے- امام علیہ السلام نے اس قدر پامردی و استقامت

سے حملہ کیا کہ میمنہ والوں کو میسرہ والوں سے ملا دیا- اور قلب لشکر کو درہم برہم کر کے رکھ دیا- اور امام علیہ السلام نے گزشتہ تمام جنگوں کے نقشہ کو پیش کر دیا- گویا کہ شجاعت علوی' شجاعت حسینی علیہ السلام میں تبدیل ہو گئی تھی-

آری آری عشق را این است حال   چون شود نزدیک ہنگام وصال

پھر لکھتے ہیں- کہ امام علیہ السلام کا ہدف فقط یہی تھا' کہ آپ دین اسلام کی سربلندی کے لیے' احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے لڑ رہے تھے' آپ احیائے شریعت احمدؐ کرنا چاہتے تھے- آپ نے شریعت اسلامیہ کے احیاء کے لیے ہر مصیبت اور مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا- امام محمد باقر علیہ السلام سے معتبر روایت نقل کی گئی ہے- کہ امام حسین علیہ السلام کے بدن پر ۳۲۰ تیروں' تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے' اور یہ سب کے سب سامنے والے حصے پر تھے-

امام علیہ السلام اس گھمسان کی جنگ میں بھی غافل نہ تھے- بلکہ آپ نے اس وقت بھی اپنا تعارف کروایا' کہ تم میرے قتل کے لیے جمع تو ہو گئے ہو' کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بیٹا ہوں؟

شمر ملعون نے امام علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے یزیدی فوج کو دوبارہ اکسایا اور اس نے خولی' سنان اور صالح بن وھب وغیرہ کو حرص و طمع دیا- تاکہ وہ امام کو جلد سے جلد شہید کریں- خود شمر حرم امام پر حملہ کرنے کے لیے آیا' تاکہ خیمہ گاہ اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان حائل ہو جائے' اس وقت امام علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا'

ویلکم یا شیعة آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین و کنتم لا
تخافون المعاد، فکونوا احرارا فی دنیا کم ھذہ وارجعوا الی
حسابکم ان کنتم اعرابا کما تزعمون

اے خاندان ابو سفیان کے پیروکار، تم پر ہلاکت ہو، اگر تم میں دین و دیانت نہیں ہے، تمہیں قیامت کے روز سے بھی ڈر نہیں ہے، کم از کم تم دنیا میں تو آزاد رہو۔ اگر تم عرب ہو تو اپنے حسب و نسب کی طرف رجوع کرو۔ جس طرح خیال کرتے ہو۔

امام علیہ السلام کی اس گفتار سے شمر پیچھے ہٹ گیا، اور یزیدی سپاہ نے دوبارہ امام علیہ السلام پر حملہ کیا۔ اس وقت امام پر کمزوری ظاہر ہو رہی تھی، اور آپ میں لڑنے کی طاقت مسدود ہو چکی تھی۔ آپ زیادہ خون بہنے اور کثیر مقدار میں زخموں کی وجہ سے خستہ بدن اور بے حال ہو چکے تھے، آپ کی بہن جناب زینب علیہ السلام، اپنے بھائی کی حالت کا مشاہدہ کر رہی تھیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی شیردل خاتون بیٹی نے عمر سعد کو مخاطب کر کے کہا:

اے پسر سعد! کیا یہ سزاوار ہے کہ تو بیٹھا ہو، اور ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کو قتل کیا جائے؟

عمر ابن سعد نے منہ کو پھیر لیا، اور آپ کا جواب نہ دے سکا، پھر امام علیہ السلام نے پیادہ دفاع کیا اور فرمایا:

کیا تم مجھے قتل کرنے کے لیے ایک ہو گئے ہو؟ خدا کی قسم، میرے بعد کسی

کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جس کی حرمت و عزت خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ ہو۔ خدا کی قسم، جو تم نے مجھ پر ظلم روا رکھا' اور میری اہانت کی ------ خداوند متعال مجھے اس کا اجر دے گا' اور مجھے عزیز و گرامی جانے گا--- اور تم سے انتقام لے گا۔

اسی اثنا میں ایک سنگ آپ کی پیشانی پر لگا' جس نے آپ کی پیشانی کو زخمی کر دیا' آپ نے چاہا کہ اپنی قمیض کے دامن سے اپنی آنکھوں کے خون کو صاف کریں، کہ حرملہ نے تین شعبہ تیر چلایا--- جو امام علیہ السلام کے قلب مبارک میں پیوست ہو گیا۔ امام مظلوم علیہ السلام نے اسے باہر نکالا' اور کہا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰے مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ"

آپ نے رخ آسمان کی طرف کیا اور عرض کیا' پروردگار! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس گمراہ قوم نے' تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔

بے شمار زخموں اور تشنگی نے امام علیہ السلام کو ضعیف و ناتواں بنا دیا تھا' آپ میں دفاع کرنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ کہ ایک دشمن آگے بڑھا' اور اس نے آپ کے شانے پر حملہ کیا' امام علیہ السلام نے اس عالم میں خاک کو جمع کیا اور اس پر اپنے چہرے مبارک کو رکھا' اور اپنے پروردگار کے ساتھ راز و نیاز کرنے لگے' اور آپ نے اس طرح فرمایا:

اِلٰهِی رِضًا بِقَضَائِكَ وَ صَبْرًا عَلٰے بَلَائِكَ لا مَعْبُودَ سِوَاكَ اَغِثْنِی یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِثِیْنَ

امام حسین علیہ السلام نے اس طرح دربار توحید میں راز و نیاز کیا' کہ تمام یزیدی مبہوت ہو گئے' اور ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں' انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ مظلوم کا سر بدن سے جدا کرنے کے لیے ان کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

شیخ مفید رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

خولی گھوڑے سے نیچے اترا' کہ وہ امام علیہ السلام کا سر بدن سے جدا کرے' لیکن اس کے بدن میں رعشہ و زلزلہ طاری ہو گیا۔

شمر نے کہا: خدا تیرے بازوں کو جدا کرے' کیوں لرز رہا ہے؟ اور وہ ملعون گھوڑے سے نیچے اترا' اور اس نے خود امام مظلوم علیہ السلام کے سر کو بدن سے جدا کیا۔ اس نے سر مقدس کو خولی کو دیا تاکہ وہ عمر ابن سعد کے پاس لے جائے' اور کام کے اختتام کی خبر دے۔

اس طرح غروب سے دو گھنٹے پہلے' اور اپنے اصحاب کی شہادت کے بعد' امام علیہ السلام درجہ شہادت پر فائز ہوئے' اور خداوند متعال نے امام علیہ السلام کی روح کے قبض کے وقت اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی:

"یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةَ اِرْجِعی اِلٰی رَبِّكَ رَاضِیَةً مَرْضِیَّةً"

روز عاشور آفتاب اپنے اندر تاریخ کا بہت بڑا سانحہ لے کر آہستہ آہستہ غروب ہو گیا۔ تاکہ کل اس سانحہ کے طلوع سے نمائش کرے۔

دید گاہ ہشتم

ثقتہ المحدثین مرحوم حاج شیخ عباس قمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "منتہی الامال" میں امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات اور آپ کی شہادت و شہامت کو اس طرح بیان کیا ہے:

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ امام مظلوم علیہ السلام نے روز عاشور "۱۹۵۰" یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ اور ان کے علاوہ ہزاروں آدمیوں کو زخمی و مجروح کیا۔ اس وقت ابن سعد ملعون نے بھانپ لیا تھا' کہ اگر اس علوی شہزادے سے یزیدی فوج دست بدست لڑتی رہی--- تو کسی میں ہمت و طاقت کہاں ہے کہ وہ حسین بن علیؑ کو روک سکے۔ لہٰذا ایک ایک کر کے یزیدی مرتے رہیں گے۔ اور سارے کا سارا لشکر حسین علیہ السلام کی شمشیر کا نوالہ بن جائے گا' اور کوئی بھی یزیدی سپاہی بچ نہ سکے گا۔

ابن سعد ملعون نے یزیدی سپاہیوں کو للکارا' اور انہیں غیرت دلائی۔ اور اس نے کہا! افسوس ہے تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ کس بہادر و شجاع کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہے؟ یہ فرزند ہے "انزع البطین غالب کل غالب علی بن ابی طالب علیہ السلام" اس باپ کا' کہ جو عرب کے بڑے بڑے شہسواروں دلیروں اور شجاعوں کو آناً فاناً ہلاک کر دیتا تھا۔ اور بڑے سے بڑے بہادر کو میدان جنگ میں بچ کر جانے نہیں دیتا تھا۔ لہٰذا تم سب مل کر' ہر طرف سے حسین علیہ السلام کا احاطہ کرو' اور ان پر چاروں طرف سے حملہ کرو۔

اعیاهم ان ینالوه مبارزة فصبوا الرای لما صعدوا الفکرا
ان وجهوا نحوه الحرب اربعته السیف والسهم والخطی ولحجرا

ابنوہ کثیر نے حسین علیہ السلام پر ہر طرف سے حملہ کیا' اور یزیدی لشکر نے امام مظلوم علیہ السلام کے گرد گھیرا ڈال لیا- چار ہزار تیر اندازوں نے اپنی اپنی کمانوں میں تیر ڈال لیے- اور وہ مسلح ہو کر حسین علیہ السلام کی طرف بڑھے- اور انہوں نے حسین علیہ السلام کا احاطہ کر لیا' تو حسین علیہ السلام اور خیام اہل بیت کے درمیان حائل ہو گئے- ایک طرف ہزاروں یزیدی فوج اور دوسری طرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بیٹا' جب امام علیہ السلام یزیدیوں کے گھیرے میں آ گئے---- تو آپ نے ان مردہ ضمیر لوگوں کو اس طرح جھنجھوڑا-

اے شیعیان آل ابو سفیان! اگر تم میں دین نہیں ہے' تو قیامت کے دن سے بھی تمہیں خوف نہیں ہے' کم از کم دنیا میں تو آزاد مردوں کی طرح رہو' یعنی باعزت رہو' اپنے حسب و نسب کی طرف رجوع کرو- کیونکہ تم اہل عرب ہو' یعنی عرب غیرت مند اور حمیت والے ہوتے ہیں-

شمر بے حیا نے امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا' اے زہراءؑ کے لعل' کیا کہہ رہے ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا' میں تم سے جنگ کر رہا ہوں' اور تم مجھ سے لڑ رہے ہو' بچوں اور مستورات نے کونسی تقصیر اور گناہ کیا ہے؟ پس اپنے سرکشوں کو منع کرو' کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے حرم کی طرف متعرض نہ ہوں-

شمر نے بلند آواز سے کہا' کہ لشکر والو' اس مرد کے اہل حرم سے دور ہو جاؤ' اور اس کے قتل کے لیے آمادہ ہو جاؤ--- ہمارا مقصود یہی ہے-

یزیدی لشکر نے مظلوم کربلا پر حملہ کر دیا- امام علیہ السلام بپھرے ہوئے شیر کی مانند ان پر حملہ آور ہوئے اور ان پر وار پر وار کرنے لگے- امام علیہ السلام نے یزیدی سپاہ کو اس طرح خاک میں ملایا جس طرح باد خزاں درختوں کے پتوں کو جھاڑتی ہے- آپ جدھر کا رخ کرتے---- یزیدی لشکر پشت دے کر بھاگ نکلتا- امام علیہ السلام نے کثرت پیاس کی وجہ سے فرات کا رخ کیا- کوفی جانتے تھے کہ اگر حسین علیہ السلام نے پانی پی لیا' اور آپ کی پیاس بجھ گئی' تو پھر سپاہ یزید کی خیر نہیں' لہٰذا انہوں نے فرات کے راستہ کی ناکہ بندی کر لی- اور کئی یزیدی فوج حسین علیہ السلام کے راستہ پر کھڑی ہو گئی- انہوں نے حسین علیہ السلام کے راستہ کو مکمل مسدود کر دیا- جس راہ پر چلنے کا حسین علیہ السلام قصد کرتے -----یزیدی سپاہ' مظلوم کربلا کا راستہ بند کرتی' اور آپ کو پیچھے دھکیل دیتی'

اعور سلمی اور عمرو بن حجاج نے چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ حسین علیہ السلام کا راستہ روکا- اور فوج کو للکارتے ہوئے کہا کہ حسین بن علی علیہ السلام کو کسی صورت بھی فرات تک پہنچنے نہیں دینا-

امام علیہ السلام نے غضبناک شیر کی طرح ان پر حملہ کیا اور لشکر کی صفوں کو چیرتے ہوئے فرات پر پہنچے' آپ نے دشمن کے پلان کو خاک میں ملا دیا- آپ کا گھوڑا دریا فرات کے کنارے پہنچا' باوفا گھوڑا نہایت ہی پیاسہ تھا' لہٰذا اس نے

منہ پانی میں ڈالا'

امام علیہ السلام نے فرمایا' اے میرے باوفا گھوڑے' تو بھی تشنہ ہے اور میں بھی تشنہ ہوں ---- خدا کی قسم میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا' جب تک تو پانی نہیں پیئے گا- بے زبان' امام علیہ السلام کی بات سمجھ گیا' اور اس نے اپنا منہ پانی سے باہر نکال لیا- میں آپ سے پہلے پانی نہیں پیئوں گا- امام علیہ السلام نے فرمایا' تو پی' میں بھی پیوں گا- آپ نے پانی کا چلو بھرا ----- کہ ایک سوار نے آواز دی-

اے حسین علیہ السلام تم پانی پی رہے ہو' اور ادھر لشکر والوں نے تمہارے اہل حرم پر حملہ کر دیا ہے اور تمہاری ہتک حرمت کر رہے ہیں-

چونکہ غیرت و حمیت کے منبع و معدن نے اس آواز کو سن لیا تھا--- لہٰذا آپ نے پانی کے بھرے ہوئے چلو کو پھینک دیا' اور جلدی سے فرات سے باہر نکل کر یزیدیوں کے حصار کو توڑا' اور ان پر پوری طاقت و جلالت سے حملہ کیا- اور آپ ان کی رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے خیام حسینی علیہ السلام میں پہنچے- آپ کو معلوم ہوا کہ کوئی بھی خیام میں متعرض نہیں ہوا' وہ آواز جھوٹی تھی' کسی نے مکرو فریب سے کام لیا تھا-

دوسری بار امام علیہ السلام نے اپنے اہل بیت ؑ کو الوداع کہا- تمام اہل حرم آشفتہ حالوں' سوختہ جگروں' خستہ اور شکستہ دلوں کے ساتھ مظلوم کے پاس آئے- کائنات میں کوئی ایسا انسان نہیں پایا جاتا' جو ان کی کیفیت کو بیان کرے---

کہ کس حالت میں رسول زادیاں مظلوم کربلاؑ کے پاس آئیں اور ان پر کیا بیتی- ان کے سروں سے کس طرح قیامت کا طوفان گزر گیا؟ کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اہل حرم کی صورت کی تصویر کشی یا احاطہ تحریر میں لا سکے-

من از تحریر این غم ناتوانم — کہ تصویرش زدہ آتش بجانم
ترا طاقت نبا شد از شنیدن — شنیدن کی بود مانند دیدن

الغرض امام علیہ السلام نے اہل حرم کو الوداع کہا' اور آپ نے اپنے پسماندگان کو صبرو حوصلہ کی وصیت کی- اور آپ نے انہیں اسیری اور قید کو حوصلہ و استقامت سے نبھانے کی نصیحت کی- اور امام علیہ السلام نے یزیدی لشکر کے مصائبوں' ابتلاؤں اور بلاؤں کے لیے آمادہ ہونے کے لیے کہا' اور آپ نے فرمایا ---- تم جان لو کہ خدا تمہارا حامی و ناصر اور مددگار ہے- اور تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے- اور تمہاری عاقبت بخیر کرے- اور تمہارے دشمنوں کو انواع و اقسام کی مشکلوں اور مصیبتوں میں ڈالے' اور انہیں ابدی عذاب میں مبتلا کرے- اور تمہیں انعام و اکرام سے نوازے- اور تمہیں شرف عظمت بخشے-

پس تمہاری زبان پر کوئی شکوہ و شکایت نہ آئے- اور کوئی ایسا کلام نہ کرنا جو تمہارے مقام و رتبہ اور منزلت و مرتبت سے میل نہ کھاتا ہو' امام علیہ السلام نے اسی بات پر کلام کو تمام کیا- اور آپ نے محاذ جنگ کی طرف رخ کیا- امام علیہ السلام نے ان کے علاوہ بھی اہل حرم کو سفارش کی- آپ نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی------ اور میدان جنگ میں جہاد کرنا شروع کیا- آپ اگرچہ پیاسے تھے ---

اور بدن صبح سے لاشے اٹھا اٹھا کر تھک چکا تھا------- لیکن ان مشکلات کے باوجود آپ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور ان کے سروں کو برگ خزاں کی طرح زمین پر گرا دیا۔ جب پسر سعد نے محاذ جنگ کی کیفیت دیکھی------- تو اس نے سپاہ یزید کو حکم دیا کہ ہر طرف سے حسین علیہ السلام پر تیروں کی بارش کی جائے۔ امام مظلوم علیہ السلام دین مبین کی سربلندی اور راہ حق کے لیے' تیروں کو اپنے سینے' پشت گلو اور سامنے کی طرف برداشت کرتے رہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے دادا نے روز عاشور "۳۲۰" زخم برداشت کیے۔ اور اس وقت امام علیہ السلام میں کثرت تشنگی' خستگی اور ضعف و کمزوری ظاہر ہو رہی تھی۔ تو آپ نے کچھ وقت کے لیے توقف کیا۔ تاکہ لمحہ بھر استراحت کریں۔ کہ اچانک ایک ظالم نے آپ کی طرف سنگ پھینکا' جو آپ کی پیشانی پر آ کر لگا۔ اور اس سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ اور خون نے آپ کے پورے چہرے کو رنگین کر دیا۔ امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنی قمیض کے دامن سے خون صاف کرنا چاہا کہ ایک ظالم نے زہر میں بجھا تیر آپ کی طرف پھینکا۔ جو آپ کے سینہ مبارک میں پیوست ہوا۔ تو آپ نے فرمایا:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ"

امام مظلوم علیہ السلام نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا' کہ اے خدایا! تو جانتا ہے کہ یہ جماعت اس شخص کو قتل کرنا چاہتی ہے جو تیرے پیغمبرؐ کا بیٹا ہے۔

پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے تیر کو کھینچا' اور اس مسموم تیر کی جگہ سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا- امامؑ نے اس زخم کے مقام پر ہاتھ رکھا جو خون سے پر ہو گیا- امام علیہ السلام نے اس کو آسمان کی طرف پھینکا- اور اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف نہیں پلٹا- دوسری دفعہ پھر چلو خون سے بھر گیا- تو آپ نے اس کو اپنے چہرے' سر' محاسن اور بدن پر مل لیا- اور فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ اپنے نانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خون آلود چہرے' سر اور بدن کے ساتھ ملاقات کروں' اور اپنے قاتلوں کے نام پیش کروں-

صاحب معراج المحبت ابن لحظات نے امام حسینؑ کے آخری لمحات کو اس طرح نظم کیا ہے-

بہ مرکز باز شد سلطان ابرار — کہ آساید دمی از زخم پیکار
فلک سنگی فکند از دست دشمن — بہ پیشانی وجہ اللہ احسن
چہ زد از کینہ آن سنگ جفارا — شکست آئینہ ایزد نمارا
کہ گلگون گشت روی عشق سرمد — چہ در روز احد روی محمدؐ
بدامان کرامت خواست آن شاہ — کہ خون از چہرہ بزداید بنا گاہ
دلی روشنتر از خورشید روشن — نمایان شد ز زیر چرخ جوشن
یکی الماس وش تیری ز لشکر — گرفت اندر دل شہ جای تاپر
کہ از پشت و پناہ اہل ایمان — عیان گردید زہر آلود پیکان

مقام خالق یکتای بی چون	زہر آلودہ پیکان گشت پرخون
سنان زد نیزہ بر پہلو چنانش	کہ جنب اللہ بدرید از سنانش
بدیدارش دل آرا رایت افراخت	سمند عشق بار عشق بگذاشت
بہ شکر وصل فخر نسل آدم	برو افتاد و می گفت اندر آندم
ترکت الخلق طرا فی ھوا کا	و ایتمت العیال کلسی اراکا
ولو قطعتنی فی الحب اربا	لما حن الفوآد الی سواکا

اس وقت ضعف و ناتوانی کا امام علیہ السلام پر غلبہ تھا- لہٰذا امام علیہ السلام گھوڑے سے اتر کر ایک جگہ بیٹھ گئے- جو بھی قتل کے ارادے سے آپ کے نزدیک آتا' وہ شرم و حیا یا خوف سے پیچھے ہٹ جاتا- قبیلہ کندہ کا ایک "مالک بن یسر" نامی مرد امام علیہ السلام کے پاس آیا- اور اس نے مظلوم کو دشنام کیا- اور اپنی تلوار سے امام کے سراقدس پر وار کیا- خود جو مظلوم کے سر پر تھا- وہ شگافتہ ہو گیا- اور شمشیر نے امامؑ کے سر اقدس پر اثر کیا- اور سر سے خون جاری ہو گیا- اور آپ کا کلاہ خون سے بھر گیا- امام علیہ السلام نے اس مرد ملعون کو بد دعا دی- اور آپ نے فرمایا: تو اس ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے- اور خداوند تجھے ظالموں میں محشور کرے- آپ کا خون سے بھرا ہوا خود گر پڑا- آپ نے رومال سے سر کے زخم کو مضبوطی سے باندھا اور دوسرے خود کو سر پر رکھا- اور اس کے اوپر عمامہ باندھا- (کس سے عمامہ اور رومال لیا' مولف نے اس کو نہیں لکھا) پھر لکھتے ہیں!

مالک بن یسر اس خون سے بھرے خود (جو چمڑے سے بنا تھا) کو گھر لے گیا-

تاکہ اس کو خون سے دھوئے۔ اس کی زوجہ "ام عبداللہ بنت الحرالبدی" کو معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے آواز دی---- کہ تو میرے گھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کا لباس لا رہا ہے۔ میرے گھر سے باہر نکل جا۔ خداوند تیری قبر کو آتش جہنم سے پر کرے۔ اس ملعون نے فقرو غربت اور بدحالی کی زندگی گزاری۔ امام حسین علیہ السلام کی بد دعا کا اثر ہوا کہ اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔ گرمیوں میں وہ خشک لکڑیوں کی مانند ہو جاتے۔ اور سردیوں میں ان سے خون بہتا تھا۔ اس کی دنیا اور آخرت تباہ و برباد ہو گئی۔ اور اسی حالت میں سسک سسک کر واصل جہنم ہو گیا۔ منتہی الامال، ص ۳۹۲، ۳۹۳

دید گاہ نہم

شیخ مفید رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

عاشور کے روز' امام حسین علیہ السلام کے سارے کے سارے اصحاب مارے گئے' فقط امام مظلومؑ کے تین غلام بچے' جن کے ساتھ مل کر امام علیہ السلام قوم اشقیاء کا مقابلہ و دفاع کرتے رہے- امام علیہ السلام کے وہ تینوں غلام بھی آپ کا دفاع اور جہاد کرتے کرتے مارے گئے- کربلا کی زمین پر فقط حسین علیہ السلام تن تنہا رہ گئے- امام علیہ السلام کے بدن پر کافی زخم تھے' زہراءؑ کا لاڈلہ زخموں سے چور چور ہو چکا تھا- بسیار زخموں کی کثرت کے باوجود بھی' امام علیہ السلام نے اپنی شمشیر بے نیام سے قوم اشقیاء پر حملہ کیا' اور ان کو یمین و شمال کی طرف دوڑایا-

شمر کہ جو ہر بدی اور شر کا مایہ خمیر تھا---- اس نے سواروں کو طلب کر کے حکم دیا' کہ وہ پیادہ فوجیوں کی پشت پر صف باندھیں- اور اس نے تیر اندازوں کو امر کیا کہ وہ امام عالی مقام علیہ السلام پر تیروں کی بارش کریں- پس بے رحم تیر اندازوں نے مظلوم و بے کس حسین علیہ السلام پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی' کہ آپ کے بدن اقدس میں تیر پر تیر پیوست ہوتے رہے-

اسی دوران میں حسین علیہ السلام نے جنگ سے توقف کیا' اور آپ کے مقابل لشکر نے بھی توقف اختیار کیا- جب آپ کی بہن جناب زینب سلام اللہ علیھا نے خونی منظر کو دیکھا' تو بی بی نے در خیمہ پر آ کر عمر سعد کو آواز دے کر فرمایا:

"وَيْحَكَ يَا عُمَرُ اَيُقْتَلُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَنْتَ تَنْظُرُ اِلَيْهِ"

عمر سعد بی بی کو جواب نہ دے سکا- طبری کی روایت کے مطابق اس ملعون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے- اور اس نے سیدہ زینب علیہ السلام سے منہ پھیر لیا- پھر جناب سیدہ زینبؑ نے رخ لشکر کی طرف کیا اور فرمایا' تم پر ہلاکت ہو' تم میں ایک بھی مسلمان نہیں ہے؟

بی بی پاک کو کسی نے جواب نہ دیا-

سید بن طاؤوس رحمتہ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے- چونکہ امام علیہ السلام زخموں سے چور چور ہو چکے تھے' آپ کے بدن اطہر سے کافی خون بہہ چکا تھا' آپ میں لڑنے کی سکت نہ رہی تھی' بدن تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا- اس وقت کو ایک ملعون "صالح بن وھب المزنی" نے ------ حسین علیہ السلام کے پہلوئے مبارک پر نیزہ مارا - اور حسین علیہ السلام گھوڑے کی زین سے زمین پر آ گرے آپ زمین پر دائیں جانب گرے- اور آپ نے اس حال میں فرمایا!

"بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ"

پھر آپ اٹھے اور بیٹھے-

"فلما خلی سرج الفرس من هيكل الوحی والتنزيل وهوى على الارض عرش الملك الجليل جعل يقاتل وهو راجل قتالا اقعد الفوارس وارعد الفرائص واذهل عقول فرسان العرب واطار عن الروس الالباب واللبب"

سیدہ زینب علیہ السلام کی پوری توجہ بھائی کی طرف مرکوز تھی۔ آپ نے در خیمہ پر لمبی فریاد کی۔ کہ "واخاہ واسیدہ وااھلیتاہ" کاش آسمان پھٹ جاتا اور زمین غرق ہو جاتی۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

راوی کہتا ہے کہ شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی------ کہ کس لیے بیٹھے ہو؟ اور کس کا انتظار کرتے ہو؟ حسین علیہ السلام کا کام تمام کیوں نہیں کر رہے ہو؟ پس سارے کا سارا لشکر حسین علیہ السلام کی طرف اُمڈ آیا۔ اور انہوں نے ہر طرف سے مظلوم پر حملہ کر دیا۔ حصین بن تمیم نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا' ابو ایوب نے آپ کے حلقوم شریف پر تیر پیوست کیا زرعتہ بن شریک نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر تیر مارا' اور کسی دوسرے ظالم نے آپ کے دوش مبارک کو زخمی کیا' امام علیہ السلام زمین پر گرے ہوئے تھے' آپ اس قدر کمزور ہو چکے تھے' کہ آپ نے اٹھنے کی کوشش کی--- لیکن اٹھ نہ سکے۔ آپ اٹھتے' گر جاتے' کہ سنان ملعون نے آپ کے گلو پر تیر مارا۔ پھر اس نے باہر کھینچا اور پھر دھکیل دیا۔ اس نے آپ کے سینہ کی ہڈیوں پر اکتفا نہ کیا' بلکہ اس نے کمان لی' اور تیر کو آپ کے حلقوم میں پیوست کیا۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ وہ تیر مظلوم کے سینہ اقدس پر لگا' کہ اس کے اثر سے امام علیہ السلام زمین پر گر گئے۔ اور امام علیہ السلام نے اپنے خون مقدس کو چلو میں لیا--- اور اپنے سر کو خضاب کر لیا۔ عمر سعد نے ایک مرد کو حکم دیا کہ وہ گھوڑے سے اتر کر حسین علیہ السلام کے رخ کو دائیں طرف

کرے۔

خولی بن یزید نے اس آواز کو سن لیا تھا۔ لہٰذا وہ جلدی سے گھوڑے سے اترا' اور اس نے حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو بدن اقدس سے جدا کرنے کی کوشش کی' لیکن اس کے بدن میں کپکپی طاری ہو گئی۔ شمر نے اس سے کہا' خدا تیرے بازوں کو پارہ پارہ کرے' کیوں لرز رہا ہے۔ پھر اس ملعون نے خود مظلوم کے سر کو بدن سے جدا کیا۔

سید بن طاؤوس فرماتے ہیں کہ سنان بن انس لعنتہ اللہ گھوڑے سے اتر کر مظلوم کربلا کے پاس آیا اور اس نے اپنی شمشیر سے مظلوم کے حلق پر وار کیا۔ اور کہا: خدا کی قسم' میں تیرے سر کو بدن سے جدا کروں گا۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو پیغمبرؐ کا بیٹا ہے' اور ماں اور باپ کے لحاظ سے تمام مردوں سے تو بہتر ہے' پس اس ملعون نے مظلوم کے سر کو کاٹا۔

طبری کی روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت جو بھی آپ کے پاس آتا سنان اس پر حملہ کر دیتا' اور اسے دور بھگا دیتا' کہ مبادا کوئی اور حسین علیہ السلام کا سر کو کاٹ لے۔ اس نے مظلوم کے سر کو خود کاٹا اور خولی کے سپرد کیا'

فاجعة ان اردت اکتبها حجملة ذکرة لمدکر
جرت دموعی و حال حائلها مابین لحظ الجفون والزبر

پس اس وقت سیاہ و تاریک آندھی چلی۔ اور خون کی بارش برسی' ہوا اس

قدر تیرہ تار تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر کوئی پریشان ہو گیا تھا۔ لوگ عذاب کے منتظر اور عقاب کے لیے مترصد ہو چکے تھے کہ ایک گھنٹہ کے بعد ہوا روشن ہوئی اور ظلمت و تاریکی ختم ہوئی۔

ابن قولویہ قمی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا' کہ جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو ایک یزیدی ڈر گیا' اور بلند آواز سے رونے لگا۔

تو یزیدی سپاہ نے کہا "اے مرد' بس کر' یہ رونا اور نالہ فریاد کس لیے کر رہا ہے" کہتا ہے' کس لیے چیخ نہ ماروں' اور فریاد نہ کروں' کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پریشان بیٹھے ہوئے دیکھا اور جو کبھی آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں۔ اور کبھی تمہاری حرب گاہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ مجھے ڈر فقط یہ ہے کہ وہ خدا کے ہاں ہمارے خلاف بد دعا کریں یا نفرت کا اظہار کریں تو ساری دنیا ہلاک ہو جائے گی' اور میں بھی ہلاک ہو جاؤں گا۔ نقل از منتہی الامال

713

7138

ادارہ منہاج الصالحین کی چند مطبوعات

- کربلا سے کربلا تک (۲ جلد)
- دینی معلومات (۳ جلد)
- پیامِ عاشورہ
- برزخ چند قدم پر
- فقہ اہل بیت
- حقوقِ زوجین
- نمازِ امامیہ
- ارشاداتِ مصطفےٰ و مرتضےٰ
- عالم حاکم اور صحابی امامؑ
- فخرِ حسینؑ اور ہم
- آزادیٔ مسلم
- قیامِ عاشورہ
- معصومین کی کہانیاں
- اسلامی پہیلیاں
- جستجوئے حق
- مودّت
- ارشاداتِ امیر المومنینؑ
- مراسمِ عروسی اور معجزاتِ بتولؑ
- نوجوان پوچھتے ہیں کہ شادی کس سے کریں؟

ادارہ منہاج الصالحین، جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، ملتان روڈ، لاہور

360.-